بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرور انبیا

تصنیف

جناب مولوی الف دین صاحب

(وکیل ہائی کورٹ پنجاب مقیم کیمبل پور)

جسے

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

نے

بماہ شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق مئی سنہ ۱۹۲۱ء

اپنے درویشی پریس دہلی میں چھپا کر شائع کیا

(قیمت ۱۰؍ علاوہ محصول)

زندگی کی بہار

دیکھنی چاہتے ہو تو یادگار شمس العلما مولوی نذیر احمد علامہ راشد الخیری کی

مندرجہ ذیل تصنیفات پڑہو

(۱) صبح زندگی۔ اس میں دکہایا گیا ہی کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کس طرح تربیت کرنی چاہئے۔ قیمت ڈیڑہ روپیہ (۲) شام زندگی۔ شادی سے موت تک کے متعلق ہی قیمت ایکروپیہ (۳) شب زندگی میں موت کے بعد کی کیفیت ہی قیمت ایکروپیہ (۴) نوحہ زندگی ۱۲ (۵) الزہرا ۱۲ (۶) منازل السائرہ ۱۲ (۷) ماہ عجم عصہ (۸) محبوبہ خداوند ۱۲ (۹) بنت الوقت ۸ (۱۰) سراب مغرب ۸ (۱۱) فسانہ سعید ۱۰ (۱۲) تائید غیبی ۲ (۱۳) انگوٹھی کا راز ۸ (۱۴) اعمالنامہ ۶ (۱۵) سنجوگ ۱۰ (۱۶) گوہر مقصود ۶ (۱۷) سوکن کا جلاپا ۸ (۱۸) ورثہ شاہوار ۱۰

الزہرا کے علاوہ جو سیدۃ النسا حضرت فاطمۃ الزہرا کی سوانح عمری ہے تمام مذکورہ بالا کتابیں قصہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہیں جن کے مصنف کی نسبت خواجہ حسن نظامی۔ مولوی ظفر علی خاں۔ اخبار تہذیب النسواں۔ شریف بی بی۔ الفضل۔ آگرہ اخبار۔ مشرق۔ انسٹی ٹیوٹ گزٹ۔ پردہ نشین۔ معارف۔ تمدن اسوہ حسنہ۔ روزنامہ سیاحت تسلیم کرچکے ہیں کہ انکی تحریروں کے پڑہنے سے انسان کی اخلاق حالت درست ہو جاتی ہی اسکا خانگی نظام سنور جاتا ہی وہ دنیا میں رہنے کے قابل ہنجاتا ہی کیونکہ بیچ ایسی کہ دماغ میں سرور اور موثر اتنی کہ دل میں گداز پیدا کردیتی ہیں آپ مندرجہ بالا اٹھارہ (۱۸) تصانیف میں سے پہلے کوئی حصہ ایک تصنیف منگا کر ملاحظہ فرمایئے پسند نہ آئے تو ہم پوری قیمت مع محصول ڈاک دیکر واپس لینگے۔ پسند نہ آنا کیا معنی آپ ایک کتاب دیکھکر مجبور ہوجائینگے کہ باقی بھی طلب کریں

ملنے کا پتہ۔ مینیجر درویش پریس۔ کوچہ چیلان۔ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرِّ انبیا

تصنیف

جناب مولوی الف دین صاحب

(وکیل ہائی کورٹ پنجاب مقیم کیمبل پور)

جسے

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

نے

ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق نومبر ۱۹۲۰ء

پہلی مرتبہ

اپنے درویش پریس دہلی میں چھاپ کر شائع کیا

قیمت ۱۰/ علاوہ محصول ڈاک

خواجہ حسن نظامی کی نگرانی

اور

خواجہ بانو (اہلیہ خواجہ صاحب) کی ایڈیٹری

میں

عورتوں اور بچوں کے لیے

ایک ماہوار رسالہ

استانی

یکم محرم ۱۳۳۸ھ سے نکل رہا ہے

ہر پرچے کی ضخامت ۴۰ صفحے رکھی جاتی ہے اور قیمت ۶ ؍ سالانہ چندہ ساڑھے تین روپے۔ ششماہی ۱؍۱۲ کاغذ عمدہ۔ کتابت وطباعت دیدہ زیب۔

مضامین مضمون نگاران حضرت خواجہ حسن نظامی اور جناب خواجہ بانو صاحبہ کے ساتھ ہندوستان کے تمام لکھنے والوں اور لکھنے والیوں کے۔ ہم آپ کی لڑکیوں اور لڑکوں کو وہی سکھائیں گے جو اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کو سکھاتے ہیں۔ ہم آپ کی گھر والیوں کو ویسا ہی اچھا بنانے کی کوشش کرینگے جیسا کہ اپنی گھر والیوں کے بنانے کی کوشش کرتے ہیں رسالہ استانی کے اجرا کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی خانگی زندگی درست ہو جائے نہ آپ بیویوں کی جہالت کے شاکی رہیں اور نہ اُنکی ناموزوں تعلیم و تہذیب سے گبھرا اُٹھیں، مشرق پرست، پابند مذہب صحیح اعلیٰ تعلیم و تربیت پائی ہوئی معقول اور سمجھدار خاتون ہی آپ کو دینی و دنیاوی ترقی دلا سکتی ہے اور آپ کی اولاد کو معراج کمال پر پہنچا سکتی ہے یہی خوشی حاصل کرنی چاہتے ہو تو رسالہ استانی کے خریدار بنجاؤ

المشتہر منیجر رسالہ استانی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرور انبیا

محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، بانی امت وسطیٰ

وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا

جہاں کی بزم میں جب لیکے ام الکتاب آیا
گئے ایام طفلی نوع انساں کا شباب آیا

آج ہمیں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مبارک زندگی پر اس حیثیت سے نظر ڈالنی ہے کہ مسلمانوں کا نام "امت وسطیٰ" کیوں ہے، امت وسطیٰ کی خصوصیات کیا ہیں، کن وجوہ سے وہ امم سابقہ سے ممتاز ہے۔ وہ کیا تعلیم تھی جس کی برکت سے ایک عظیم الشان "اخلاقی انتشار" سے عدیم المثال "اخلاقی توازن" پیدا ہوا۔ کس طرح بتدریج دنیا صراط مستقیم یا جادۂ اعتدال پر لائی گئی۔ اور بالآخر تکمیل دین کا اعلان عرفات کی بلندیوں سے سنا دیا گیا۔

اس عظیم الشان کارنامہ کی اہمیت سمجھنے کے لیے لفظ اے ع ۔

مضمون [illegible] بعثت

اقوامِ پیشینہ کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ یہ بات دیکھنی ہوگی کہ بعثت حضور کے وقت دنیا جہاں کی بلحاظ مذہب، اخلاق، سیاست معاشرت اور عمرانیت کیا حالت تھی۔

ولادت باسعادت ۵۷۱ء اور بعثت مبارک ۶۱۰ء

چھٹی صدی عیسوی کا آخر اور ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا ہی اور فسق وفجور کی انتہا۔ چاردانگ عالم میں تعصبات مذہبی، ملکی و وطنی، حسبی نسبی اور معاشری کی وجہ سے ایک مہیب اور ہولناک اخلاقی انتشار پھیلا ہوا ہے۔ قماربازی۔ شراب خوری، زناکاری، دختر کشی، اولاد کشی، عورت آزاری، غلاموں کی بیکسی، راہبوں کی آوارہ گردی، سامانیوں اور رومانیوں کی سفاکیوں اور خون ریزیوں اور آئے دن کے جدال وقتال کی وجہ سے بحر وبر میں وہ طوفان بے تمیزی برپا، جس کی قرآن کریم ان جامع الفاظ میں خبر دیتا ہے

ظهر الفساد في البر والبحر

عوارض زندگی کی بنا پر حسب ونسب کی وجہ سے، دولت وافلاس، پیشہ اور حرفت کے سبب، انسان انسان سے جدا ہو گیا تھا۔ برہمن، پوپ، موبد، ماگی اور احبار نے بہشت و دوزخ کا ٹھیکہ لے رکھا تھا، پدری حکومت (پیٹری آرکیل گورنمنٹ) جو اقوام قدیمہ میں زمانہ دراز سے جاری تھی اور اب رومانیوں کے مسیحی مذہب قبول کرنے "پیٹری ارک" کی تشکیل میں آزادی کو معدوم اور "فیصلہ شخصی" کو نیست ونابود کر چکی تھی، پوپ کے ماتحت مذہبی گورنمنٹ میں جبر واستبداد سے کام لے رہی تھی۔ یہی پدرانہ حکومت جس نے انفرادی زندگی اور شخصی آزادی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ہندوؤں میں

"کرتا خاندان" ، اور عربوں میں "شیخ قبیلہ" کی صورت میں نمودار تھی۔

عناصر پرستی ، اشیا پرستی ، نیچر پرستی ، بت پرستی ، اور بالآخر بادشاہ پرستی کا دور دورہ تھا ، معاذ اللہ ، خدائے بلند و برتر تخت الوہیت سے اُتار دیا گیا ۔ اوتاریت ، ابنیت ، ثنیت اور ادعاء الوہیت نے سینکڑوں مختلف العقائد اور مختلف الخیال فرقے پیدا کر رکھے تھے ۔

انسان ایسا ذلیل و خوار سمجھا گیا تھا کہ معزز اور وجیہہ انسانوں نے انسانیت کے ساتھ اپنا انتساب ترک کر دیا تھا یا وہم اور باطل پرستیوں نے انہیں (معاذ اللہ) خدا یا ابن خدا یا اوتار کا خطاب دے رکھا تھا ۔ اس قسم کے نمونے جو فوق الفطرۃ اور انسانی دسترس سے باہر تھے تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفوس کے لیے ترغیب و تحریص کا موجب ہو سکتے تھے ۔ اُنکی پیروی اور اقتداء اُن کے نمونے اور مثال سے جو دائرہ انسانیت سے باہر اور الہی الاصل خیال کیئے گئے تھے ، انسان کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکتا تھا مختصر یہ کہ بیرونی طاقتوں کے تعبد نے انسان کو کفر و شرک کے تاریک غار میں دھکیل دیا تھا ۔

(۲)

ولادت باسعادت اور اخلاقی انتشار

چھٹوی سن تھا پانچسو ستر	ہوئے پیدا جناب پیغمبر
کیا تھی اس وقت حالت دنیا	تھا بر و بحر میں فساد بپا
دو شہنشاہیاں تھیں دنیا میں	ایک ایران ایک روما میں
دونوں باہم تھیں برسر پیکار	گرم تھا کشت و خون کا بازار
روم تھا شام تھا کہ ایران تھا	مصر تھا ہند تھا کہ یونان تھا

گبر و ترسا و صابئین و یہود | جینیان و بدھسٹ و اہل ہنود
بت پرستی میں سب کے سب مشتاق | شئے پرستی میں شہرۂ آفاق

ساری دنیا میں اس وقت دو شہنشاہیاں تھیں، ساسانیوں کی جو مجوسی آتش پرست تھے دوسری رومانیوں کی جو مسیحی اور عیسائی پرست تھے (یہ دونوں تبلیغی مذہب ہیں) یہ دونوں سلطنتیں برسرپیکار تھیں کبھی ساسانی غالب آتے تھے اور کبھی رومانی اور ایک دوسری جماعت کے لوگوں کو جبراً مجوسی یا عیسائی بناتے تھے دونوں سلطنتوں میں رعایا نہایت تباہ حال تھی۔ شاہی ٹیکس۔ امرائی ٹیکس، فوجی ٹیکس اور انواع و اقسام کے جبر و تشدد سے روپیہ وصول کیا جاتا اور قیصر و کسریٰ کی عیاشیوں میں صرف ہوتا تھا

قیصر جسٹینین نے ان ہی (۵۶۵ء وفات) ایک مجموعہ قوانین مرتب کیا جس میں غلاموں اور سپاہیوں سے متعلق پرلے درجے کے غیر روادارانہ احکام ہیں اور یہودیوں سے متعلق یہ حکم عام ہے کہ انہیں کوئی عہدہ فوجی یا سول نہ دیا جائے۔ وہ کسی ملکی مجلس میں شریک نہ ہو سکیں۔ اور ان کی مذہبی کتابیں جلا دی جائیں۔

اس شہنشاہ کا ہم عصر ایران میں نوشیرواں (۵۷۸ء وفات) تھا جو عادل مشہور ہے۔ اس نے قیصر روم سے خراج لیا۔ مگر ذاتوں کے امتیازات جو جمشید کے وقت سے ایران میں قائم ہو گئے تھے۔ اس سے یہ بھی متاثر ہوا۔ فردوسی شاہنامہ میں رقمطراز ہیں کہ یہ منصف اور داد گر بادشاہ رواج ملک سے مجبور ہو کر ایک موچی کے لڑکے کو لکھنے پڑھنے کی اجازت نہ دے سکا، نوشیرواں نے اسکے باپ کی درخواست کو نامنظور کرتے ہوئے جو الفاظ کہے وہ فردوسی کی زبان سے سننے چاہئیں۔

ہنر باید ار مرد موزہ فروش — بیار و بدو چشم بینا و گوش
بدست خرد مند مرد نژاد — چہ ماند بجز حسرت و سرد باد

نوشیروان کا باپ کیقباد پرلے درجہ کا عیاش تھا وہ مزدک کا پیرو ہوگیا۔ مزدک اپنے آپ کو زرتشت کا جانشین کہتا تھا۔ عورتوں اور جائیداد میں سب آدمیوں کو حصہ دار سمجھتا تھا اس کا عقیدہ تھا کہ خدا فیاض ہے۔ آگ، پانی اور ہوا سے سب لوگ یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیوں عورتوں اور جائداد سے یکساں فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

نوشیروان نے مزدک کو سولی پر لٹکایا۔ اس کے مذہب کا استیصال کیا۔ اور اسی ہزار مزدکی قتل کرائے، مگر زنا کے بارے میں وہی پرانا رواج جاری رہا جس کی رو سے ماں بہن کی بھی تمیز اٹھا دی گئی تھی۔

وراثت تخت کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ تخت نشینی کے وقت ساسانیوں میں خانہ جنگی ایک معمول تھا۔ نوشیروان کا جانشین ہرمز قتل ہوا اور اسکا بیٹا خسرو پرویز کے لقب سے تخت نشین ہوا (سنہ ۵۹۰ء)

خسرو پرویز کو مارس قیصر روم نے تخت نشینی کے وقت مدد دی۔ مارس کو فوکس غاصب نے ختم کر دیا خسرو نے مارس کا انتقام لینے کے لیے سنہ ۶۰۹ء میں شام پر اور سنہ ۶۱۴ء میں دمشق اور یروشلم پر فتح پائی۔ عیسائیوں کے مذہبی تبرکات اور مقدس تصویروں کی سخت توہین کی اور لوگوں کو آفتاب پرستی پر مجبور کیا۔ (معرکہ مذہب و سائنس)

قیصر ہرقل نے سنہ ۶۲۲ء میں اسے شکست دی اور سنہ ۶۲۷ء میں ساسانیوں کے دار السلطنت پر جو مدائن کے قریب تھی قبضہ کر لیا۔

"ہرقل" نے مختلف عیسائی فرقوں کو جو تعداد میں دو سو سے بھی

زیادہ تھے مسلمانوں کے خلاف متحد اور یکجا کرنے کی تجویز کی۔ مگر ناکام رہا۔
یہ وہ قیصر ہے جسے حضورؐ نے قبول اسلام کا دعوت نامہ لکھا تھا۔ اور جس نے
ابوسفیان سے جو اس وقت مشرک تھے حضورؐ کے حالات دریافت کئے تھے

خسرو پرویز، عیاش، فضول خرچ، بدطینت اور شہوت پرست شہنشاہ
تھا۔ علم ادب میں اس کی عیاشی ضرب المثل ہے۔ پندرہ ہزار لونڈیاں، پندرہ
ہزار مغنیہ عورتیں، ارباب نشاط ہمیشہ اس کی محفل عیش کو رونق دیا کرتی تھیں
اس نے طاق کسریٰ کے مقابلہ میں طاق نسیاں (جس کو باغستان بھی
کہتے ہیں) بنوایا۔ جو کرمان سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پتھر کی تصویریں
خوشنما مجسمے۔ مارس کا بت سنگیں اور ساتھ ہی اپنا اور اپنی معشوقہ
شیریں کا بت نہایت ہی خوبصورت بنوا کر اس محل میں اس ترتیب سے
نصب کرایا کہ شیریں جام شراب لبریز کرکے خسرو کو دے رہی ہے۔ ناصر الدین
شاہ قاچار بادشاہ ایران اپنے سفرنامہ میں رقمطراز ہیں کہ سنگ تراشی
اور فن مصوری کا اعلے نمونہ اگر دیکھنا ہو تو طاق نسیاں کے کھنڈر دیکھو

"فرش بہار" جو حضرت فاروقؓ کے عہد میں مال غنیمت میں آیا
اسی محل کا فرش تھا۔ جس میں موتیوں کی مرصع کاری سے نہریں اور
زمرد کی ترصیع سے درخت بنے ہوئے تھے۔ اس پر بیٹھکر شراب نوشی موسم
خزاں میں بھی فصل بہار کی بہار دکھاتی تھی۔

علم ادب میں بطور مثل شیریں معشوقہ، شبدیز گھوڑا، اور بار بد
مطرب اس بادشاہ سے منسوب ہیں۔

یہ وہی خسرو ہے جس نے حضورؐ کا دعوت نامہ اسلام پھاڑ ڈالا تھا۔
اور اسی رات اپنے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔

یہ مختصر سا خاکہ اس وقت کی سیاسیات کا ہے جس سے سوشل تعلقات اور معاشرت باہمی پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔ یونان، مصر اور فرنگستان کا زیادہ حصہ اور روم اور شام رومانیوں کے زیر اثر تھا اور ایران مع متعلقہ مضافات تا دریائے سندھ ساسانیوں کے زیر حکومت کبھی کبھی ساسانی اور رومانیوں کی باہم لڑائیاں شام اور مصر تک ممتد ہو جایا کرتی تھیں جس میں عسانی اور حیرہ والی بجز رومیوں اور ایرانیوں کے علی الترتیب حلیف سے حصہ لیا کرتے تھے۔

مذہب کے متعلق اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہودیوں کے ساتھ نہایت بیرحمی کا سلوک کیا جاتا تھا۔ قیصر ہارڈین نے پچاس ہزار یہودی ہسپانیہ میں جلا وطن کر دیا تھا۔ جسٹی نی ان کا غیر رواداراانہ سلوک ہم اوپر بیان کر آئے ہیں عیسائیوں میں دربارہ فضیلت بشپ اعلیٰ مدتوں سے جھگڑے ہو رہے تھے اُنکے پانچ مرکزوں قسطنطنیہ، یروشلم، انطاکیہ، کار تھیج اور روم میں باہم اس امر پر تنازعہ تھا کہ کس بشپ کی سرکردگی تسلیم کی جائے آخر کار ۵۹۰ھ میں گریگوری بشپ روم گریگوری اعظم کا لقب اختیار کر کے عیسائی دنیا میں پوپ تسلیم کیا گیا ایک غیر متناہی سلسلہ پاپائی شروع ہوا جس کی تاریخ جبر و استبداد جسم و جان پر کلی اختیار اور دین و دنیا پر غیر مسئول اقتدار کی ایک مہیب اور لرزانیوالی مثال ہے۔ جب یہ سلسلہ شروع ہوا حضورؐ کی عمر ۲۰ سال تھی۔

کم و بیش یہی پاپائی اقتدار ہندوستان میں برہمنوں کو حاصل تھا جو اس وقت بدھوں کو ملک بدر کر کے اور اُنکے مندروں کو مسمار کر کے چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں بنا کر اور اس پر چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مسلط کر کے اپنا الو سیدھا کر رہے تھے۔ ہیونگ سانگ دوسرا چینی سیاح اس واقع کی دردانگیز داستان ۶۳۰ء میں دہراتا ہے۔

ایسا ہی اقتدار ایران میں موبدوں اور ماگیوں کو حاصل تھا۔ ایک ہزار سپاہی پر ایک موبد تعینات ہوتا تھا۔ بادشاہ ماگیوں کی ہدایت پر چلتا تھا سوائے بادشاہ کے کوئی شخص ماگیوں کے اسرار میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

ہندوستان میں برہمن اور بدھ باہم جھگڑتے تھے، اور عرب اور دیگر اقطاع ملک میں شر و فساد برپا تھا۔ یہودی قالت الیہود لیست النصاریٰ علی شئی اور مسیحی وقالت النصاریٰ لیست الیہود علی شئی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے

ہندوستان میں برہما، وشنو اور شیو کی تثلیث، عیسائی دنیا میں باپ بیٹا اور روح القدس کی تثلیث، مصر میں ایسس، تھا اور ہورس کی تثلیث ایران میں، یزدان اور اہرمن کی ثنویت، یہودیوں میں تجسیم یعنی خدا کو مجسم سمجھنے کا مرض یہ وہ منشر کانہ عقائد تھے جو اتفاق اور اتحاد کی راہ میں بڑی بھاری رکاوٹیں تھیں۔

تعصب اور تنگ خیالی کا یہ عالم تھا کہ ہندو غیر ملکیوں کو ملیچھ (گندہ اور ناپاک) اور یونانی غیر یونانیوں کو "باربرس" (وحشی) اور یونانیوں کے اتباع میں۔ رومانی بھی غیر ملکیوں کو وحشی کہتے تھے۔ عرب باقی ساری دنیا کو بنظر حقارت "عجم" (گنگ) کہتے تھے۔

یہودی اپنے مقابلہ میں ساری دنیا کو بنظر استحقار دیکھتے تھے اور انہوں نے نحن ابناء اللہ واحباءہ کا برگزیدگان خدا کا لقب اپنے لیے اختیار کر رکھا تھا وہ سمجھتے تھے کہ ساری دنیا دوزخی ہے مگر وہ ہیں کہ ان کو آگ نہ چھوئیگی

لن تمسنا النار الا ایاماً معدودۃ

یونان میں اولاد کشی رائج تھی اور انکے فلاسفر افلاطون تک انہیں تخفیف اولاد کے قتل کا فتوی دیتے تھے زناکاری اور امرد پرستی کا مرض ان میں اس قدر

پھیلا ہوا تھا کہ "سقراط" جیسا مشہور حکیم ایک رنڈی پر عاشق اور اس کے گھر بیٹھا ہوا اس کو ہدایت دے رہا ہے کہ کیونکر وہ فاحشہ عورت اپنے حیا سوز اور مخرب اخلاق پیشہ میں ترقی کر سکتی ہے۔ پروفیسر لیکی حکیم "زینو" سرگروہ "رواقیین" کی اپنی کتاب اخلاق یورپ میں تعریف کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک لڑکے پر عاشق تھا

باتباع یونان یہ سیہ کاریاں روما میں بھی آئیں۔ امرد پرستی بھی رائج تھی۔ عورت کی کوئی حیثیت تسلیم نہ کی گئی تھی وہ شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ جو مال پیدا کرے خاوند کا سمجھا جاتا تھا نہ کوئی عہدہ قبول کر سکتی تھی نہ ضمانت، نہ معاہدہ نہ وصیت اور نہ ادائے شہادت،

باتباع "رومن لا" یورپ میں آج تک عورت کی کوئی علیحدہ شخصیت تسلیم نہیں کی گئی۔ باپ کے ہاں "مس" اور شوہر کے ہاں "مسز" کہلاتی ہے اس کا اپنا نام باپ یا شوہر کے تعلقات میں باقی نہیں رہتا۔

سنہ ۵۸۶ء جب حضور کی عمر ۱۶ سال تھی۔ عیسائی دنیا میں یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ "آیا عورت میں روح ہے یا نہیں" ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں سارے علما اور فضلا اکٹھے ہوئے۔ بڑے بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے یہ قرار پایا کہ عورت میں روح ہے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ بے روح تصور کی جاتی تھی۔ دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لفظ "وومن"

یہودیوں کے ہاں کثیر الازدواجی کے علاوہ خرید فروخت عورت کا سلسلہ جاری تھا جب کسی عورت سے نکاح کیا جاتا تھا اس کی قیمت اس کے آشنا کو دی جاتی تھی۔

ہندوؤں میں بعینہ وہی قانون جاری تھا جو رومانیوں میں۔ عورتیں قمار بازی میں ہاری اور جیتی جاتی تھیں۔ ایک عورت کے کئی خاوند ہو سکتے تھے منو نے

اپنے سسٹم میں بارہ قسم کے بیٹے جو طرح طرح کی حیلہ سازیوں سے پیدا کیے جاتے تھے تسلیم کیے ہیں۔ نیوگ مسلمہ رسم تھی جسے آجتک آریہ حضرات مانتے ہیں۔ عورت جنیو سے محروم ہے ستی اور دوامی بیوگی کے رواج پذیر ہونے سے یہ ظاہر ہے کہ عورت کی مستقل شخصیت شوہر سے علیحدہ تسلیم نہیں کی گئی۔

مرلیوں کا رومامیں اور نیز ہندوستان میں رواج تھا اور آج تک مدراس پریسیڈنسی میں اس قسم کے مقدمات ہائی کورٹ تک گئے ہیں جن میں مرلیاں مندروں پر وقف کی گئی ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ کرشن جی مہاراج کو جو ایک بزرگ انسان تھے پرانوں میں گاتا ناچتا اور گوپیوں کے ساتھ کلول کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

ایران میں، لونڈیوں، خواجہ سراؤں، امردوں اور عورتوں کی نگرانی کا پرانا دستور تھا۔ بادشاہ عیاش، امرا شہوت پرست، نہ کوئی مذہب نہ اخلاق۔ زنا کے لیے ماں بہنیں سب برابر۔ مزدک کے ناپاک عقائد کا حال ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ہند میں پیدائشی برہمن، پیدائشی شودر، روما میں دولت اور غیر دولت امرا و غربا کے دو فرقے۔ مختصر یہ کہ دنیا میں یک جہتی اور اتحاد کے تمام راستے مسدود تھے۔ فتنہ و فساد، شور و شر کا دور دورہ تھا۔

عرب خبائث میں تمام ممالک کا مجموعہ تھا۔ اشیاء پرستی، بت پرستی تبادلۂ زوجگان باہم قبائل میں بغض و عناد۔ دختر کشی حسب نسب پر بیجا غرور، شراب خواری، قمار بازی اور زناکاری جو مشترک خصوصیت اقوام تھی۔ عرب میں ایک وسیع پیمانہ پر جاری تھی۔

عورتیں جیتی ہاری جاتی تھیں / لڑکیاں زندہ گاڑی جاتی تھیں
تھیں وہ اک دنی شے اثاثہ میں / ملتی اولاد کو تھیں ترکہ میں
خمر اور میسر اور بدکاری / رسم مطبوع تھی زناکاری
ہند تھی وام مارگ، مزدک ایرانی / پیشوایان کار شیطانی
ظلمتِ شرک و کفر و فسق و فجور / گویا دنیا تھی اک شب دیجور
جب ضلال و تمرد و طغیان / تھے بہر رنگ رہزنِ انساں
ہوا مواج بحر لطف و کرم / ہوئے مبعوث نبیِ اعظم
عقل اور فہم سے خطاب ہوا / وہم اور ظن کا سدباب ہوا

دور علم و یقین آتا ہے
عہد وہم و گماں جاتا ہے

(۳)

بعثت محمد مصطفیٰ

چھ سو دس عیسوی مبارک سن / کہ ہوئی بعثت رسول زمن
پیشواؤں کے پیشوا آئے / رہنماؤں کے رہنما آئے
لائے قرآن اُن کے ہاتھوں میں / نص فرقاں اُن کی باتوں میں
قل ہو اللہ تھی صدا اُن کی / لاشریک لہ ندا اُن کی

ماحیٔ شرک و لامع توحید
مطلع غار حرا سے اک خورشید

اے محمد، اے احمد، اے محمود، اے بشیر، اے نذیر، اے مسعود!
کلمہ حق سنا دیا تو نے / نقش باطل مٹا دیا تو نے

رہنماؤں کا رہنما ہے تو | حق تو یہ ہے کہ حق نما ہے تو
رحمت عام ہے ترا اسلام | کافۃ للناس ہے ترا پیغام

محمد امین، محمد صادق اور محمد مصدوق اب محمد رسول کے رتبہ اعلی اور ارفع پر فائز ہو کر تبلیغ رسالت اور دعوت حق کا فرض عظیمہ اپنے ذمے لیتے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ وہ تاجرانہ حیثیت سے ایک دفعہ شام میں گئے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ فطرتاً طبیعت عامہ میں ایسا تصرف کرنا چاہتے تھے جس سے دنیا فتنہ اور فساد سے نجات پا کر امن و امان کے ساتھ بسر کرے انجمن حلف الفضول اسی مقصد سے قائم کی گئی تھی کہ رہزنوں اور ڈاکو، زائرین کعبہ کو نہ ستائیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو رومانیوں اور ساسانیوں کے حجاز پر اقدام کو روکا جائے یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے اپنی پینتیس سالہ عمر میں عربوں کو ایک عظیم خانہ جنگی سے بچایا تھا جو حجر اسود کے نصب کرنے میں اُن کے مابین چھڑنے والی تھی آپ نے اپنے فہم اور تدبر سے سنگ اسود کو اپنی چادر میں رکھا اور شیخیں کو اس کے چاروں کونے پکڑائے سب قبائل نے چادر کو اٹھالیا اور کعبہ کے پاس پہنچکر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو مناسب جگہ پر نصب کر دیا۔

مورخین کہتے ہیں اور وہ یہ کہنے میں حق بجانب بھی ہیں کہ حضور نے ساسانیوں اور رومانیوں کی شخصی حکومتوں کے مقابلہ میں جمہوری حکومت کا سنگ بنیاد اسی دن رکھدیا کہ جب انہوں نے قبائل کو حجر اسود اس فہم و فراست کے ساتھ نصب کر کے ایک عظیم اور مہیب خانہ جنگی سے بچا لیا

اُس اخلاقی انتشار، کی مختصر تاریخ جو چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ وہ پندرہ سال تک دنیا کی اس تباہ حالت اور اس کے اصلاح کے متعلق اوقات مناسب

گوشۂ عزلت (غار حرا) میں تنہا اور یکسوئی کے عالم میں بیٹھکر غور وفکر فرماتے رہے۔

اس روحانی اور اخلاقی تباہی کا منظر ان سلیم الطبعیت انسان کے دل و دماغ پر محیط ہو کر اس طرف لے گیا کہ وہ کون سی وجہ ہے اور اس کا کیا سبب ہے کہ دنیا سیاسی، اخلاقی، عمرانی، معاشرتی اور اقتصادی غرضکہ ہر پہلو سے تنزل کر رہی ہے انہیں معلوم ہوا یا یوں کہئیے کہ القا ہوا یا اس طرح بھی بیان کرسکتے ہیں کہ الہام ہوا، وحی نازل ہوئی اور وہ پہلا الہام اقراء باسم ربك الذی خلق تا مالم یعلم تھا کہ دنیا جاہل ہے اور جہالت کی وجہ سے "شرک" کا تسلط ہے جو توحید کی ضد ہے۔

قوموں کی اشیا پرستی بت پرستی اور بت پرستی سے بادشاہ پرستی اور اور تعدد آلہہ کی شکل میں تبدیل ہو کر تمام دنیا پر احاطہ کیے ہوئے ہے تمام روئے زمین پر "شرک" کا تسلط ہے اور توحید کے مقابلہ میں یہ "شرک" وہ ظلم عظیم ہے جسے تمام برائیوں تمام سیہ کاریوں اور انواع و اقسام کی بدکرداریوں اور بداعمالیوں کا سرچشمہ کہنا چاہئیے۔ اس قاتل انسانیت اور ہادم آدمیت کے ماتحت جہاں اور جہانیوں کی روحانیت کا کیا ذکر، دنیا سیاست و اخلاق معاشرت و تمدن غرضکہ ہر ایک اعتبار سے کچھ مر چکی ہے اور کچھ قریب المرگ، ان حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ توحید کی سطح مرتفع سے ایک آواز بلند ہوئی جس کی نسبت مولینا حالی فرماتے ہیں۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی	عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج ہوا کا	ادہر سے ادہر پھر گیا رخ ہوا کا

اس حقیقت کو غیر متعصب محققین نے "طوعاً" اور متعصب مورخین نے

دوکرہا تسلیم کیا ہے، کہ بعثت حضور معنی صرف لا الٰہ الا اللہ نے دنیا کی تاریخ کو بلحاظ مذہب، سیاست، اخلاق، معاشرت، اور اقتصاد کے یکسر تبدیل کر دیا۔ تبدیلی کیسی عظیم اور کیسی قابل کہ جس کی انسانیت ہمیشہ سے خواستگار رہتی۔

مورخین یورپ کے بیان کے مطابق پہلا اور اسلامیوں کے ہاں وحی یا سر الہام اس بے نظیر اور بدیع المثال دعا کی شکل میں ظاہر ہوا جس کا نام ہے "سورہ فاتحہ" سورہ فاتحہ سے ایک شے دورکا افتتاح ہوتا ہے جو "اللہ رب العالمین" کی ربوبیت عامہ اور "الرحمن الرحیم" کی رحمت تامہ کے ماتحت معدلت و انصاف "مالک یوم الدین" سے معمورہ دنیا کو معمور کرتا ہوا "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کے بہر و سر پر خاشع اور خاشع دل کی گہرائی سے "اہدنا الصراط المستقیم" کی دعا مانگتا ہوا، وہ کون سا جادہ مستقیم "صراط الذین انعمت علیہم" انبیا اور صدیقین اور شہدا کا جو راہ حق میں قربان ہوئے "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" وہ راستہ جادہ اعتدال ہے نہ مغضوبین کا اور نہ ضالین کا۔

یہ دعا عالمگیر ہے اور جملہ مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایسی جامع ایسی محیط عالمگیر ایسی دلکش ایسی دل آویز ایسی پر جوش اور ایسی پر خضوع و خشوع دعا جس میں روحانیت اعتقادات کے دریا بہتے ایسی معجز نما ترکیب سے لائے گئے ہیں کہ طالبان حقیقت ہمیشہ مسرت سے لیکر پڑھیں گے اور راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن ہونگے کسی دوسری جگہ نہیں "امت وسطی" کی بنیاد بھی اسی دعا پر رکھی گئی ہے جسے ہم آئندہ بیان کرنے والے ہیں۔

مختصر یہ کہ دنیا میں انقلاب آیا کیسا عظیم الاثر انقلاب کہ کفر کی جگہ
ایمان ظلمت کی جگہ نور ضلالت کی جگہ ہدایت ۔ تذبذب کی جگہ استقلال
تلون کی جگہ استقامت ، دنائت کی جگہ علو ہمت ، عداوت کی جگہ اخوت ،
غلامی کی جگہ حریت ، الغرض ، شرک کے ماتحت جو فساد افساد اور نفاق کا
دور دورہ تھا ۔ اب توحید کے زیر حکومت صلاح ، اصلاح اور وفاق سے دنیا
بھرپور ہو جاتی ہے الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ۔ بغض کی جگہ
محبت اور کدورت کی جگہ صفا اور بزدلی اور تذبذب کی جگہ شجاعت اور عزم و
ثبات کو ملتی ہے ۔

"وحدت انسانی" ملکی ، قومی ، قبیلی ، نسبی ، حسبی ، منصبی اور ذات و پات
کے امتیازات کو نیست و نابود کر دیتی ہے ۔ عارضی عوارض سے جو جماعت
بندیاں اور گروہ سازیاں امراء و غرباء ، دولت مند مفلس ، پوجاری ، برہمن
موبد ، ماگی ، احبار ، پوپ ، پادری وغیرہ کی پیدا ہو گئیں تھیں یکقلم موقوف
کر دی گئیں ۔ دنیا جہان کو یہ اعلان عام سنا دیا گیا کہ "ایہا الناس ان
اکرمکم عند اللہ اتقاکم" ۔

ایہا الناس ہو مساوی تم　　　　اکرمیت نصیب اتقاکم

جماعت کو جماعت سے قبائل کو قبائل سے اور انسان کو انسان سے
بر بنا پیشہ یا بر بنا حسب و نسب یا منصب و دولت یا امیر و غریب یا غلام آقا
یا مرد و عورت جدا جدا کر دینا بدترین قباحت ہے جس سے جلال اور جو
جمہوریت کے لیے ضروری ہے پیدا نہیں ہوتا ۔ انسان کو بطور انسان کے
جانچنا چاہیے ۔ خواہ اس کا سوسائٹی میں بلحاظ عوارض کوئی درجہ ہو ۔ وہ
بادشاہ ہو یا گدا ، غریب ہو یا امیر ، غنی ہو یا محتاج ، برہمن ہو یا شودر ، گورے

انسان اور مساوی مواقع کا حقدار۔

مختصر یہ کہ اگر ہم دو جملوں میں دو مشرکانہ اور ذلت انسان" اور پھر "بوحدانہ اور حرمت انسان" کی خصوصیات کو بیان کرنا چاہیں۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ۔

اول الذکر میں بیرونی طاقتوں کا تعبد اور عناصر کی متوہمانہ پرستش" اور آخر الذکر میں اندرونی طاقت یعنی ایمان وضمیر کی اطاعت اور معبود واحد کی عاقلانہ پرستش۔



الغرض جناب والا نے گم گشتگان بادیہ ضلالت کو ضمیر سے کام لینا سکھایا اور عالمگیر قومیت کی بنیاد وطن پر نہیں رہبانیت پر نہیں، آب و ہوا پر نہیں ہم زبانی پر نہیں، ملوکانہ مجبوری پر نہیں، رنگ و روپ پر نہیں اور نہ کسی اور عارضی بنیاد پر بلکہ مسلم کی قومیت کی بنیاد ایک ہمہ گیر اور ہمہ بین اصول "توحید" کے ماتحت دل کی آراستگی اور صفائی پر رکھی اور یہ حقیقت الواح دل پر مرتسم کردی گئی کہ ؎

حب اللہ حب آدم ہے	حب آدم فروغ عالم ہے
ہر وہی ایک مبدء اعظم	بھائی بھائی ہیں سب بنی آدم
بھائیوں بھائیوں میں الفت ہو	رحم ہو، عفو ہو، محبت ہو
غم اخوان سے جو بے غم ہے	ایک حیوان بہ شکل آدم ہے
رحم و انصاف ہیں یہ وجذبات	جن پہ مبنی نظام مخلوقات
ہے یہ ارشاد صادق مصدوق	طاعت اللہ رحم بر مخلوق
گر نہیں رحم و عدل حیواں ہیں	ننگ آدم ہیں ننگ انساں ہیں

طلب حق چلن ہے مسلم کا
دل مسلم وطن ہے مسلم کا

(۴)

سلطنت اور احمد مجتبیٰ

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین

کمال عبدیت میں تھا جلال سلطنت مضمر — یہ نکتہ سیرت احمد سے ہے یکسر عیاں باقی
جھکا اللہ کے آگے جھکایا ساری دنیا کو — یہ راز عظمت مسلم تھا سجدہ میں نہاں باقی

ہمیں معلوم ہے کہ مکی زندگی میں حضور اور معتقدین حضور پر جو سختیوں پر سختیاں اور مصیبتوں پر مصیبتیں نازل ہوئیں حضور کے تعلقات میں ترغیب و تحریص سے کام لیا گیا۔ کہیں عتبہ نے جا کر سرداری ملک اور انواع و اقسام کے نعائم دنیا پیش کیے کہیں کفار قریش کا وفد ابو طالب کے پاس گیا کہ اگر آپ کا بھتیجہ اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ آئیگا تو آپ سے قطع تعلق کیا جائے گا۔

ہمیں معلوم ہے کہ جب اس پر چچا نے آپ کو سمجھایا ہے تو حضور آبدیدہ ہو کر اٹھے واپس جاتے ہوئے فرمانے لگے کہ اگر یہ لوگ آفتاب میرے دائیں ہاتھ پر اور مہتاب بائیں ہاتھ پر لا رکھیں تو بھی میں تبلیغ امر حق سے باز نہ آؤں گا۔

ہمیں معلوم ہے کہ جبل شعب میں سارے ہاشمی قبیلہ کا مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حضور کو طرح طرح سے ستایا گیا۔ آپ کے معتقدین کو کڑاکے کی دھوپ میں ڈال ڈال کر تکلیفیں دی گئیں۔ کئی ایک قتل کر دئے گئے جس پر تنگ آ کر ہجرت ثانیہ مدینہ کا حکم دیا گیا اور جب حضور کی جان لینے کی تجویز ابو جہل نے تمام قبائل سے ایک ایک آدمی مہیا کر کے اور گرانبہا انعام کی ترغیب دیکر کی تو حضور بنفس نفیس اپنے یار غار صدیق کو ہمراہ لے کر اور غار

ثور میں اپنی رفیق کو "لا تحزن ان اللہ معنا" کا روح افزا، جان پرور، رضا و تسلیم اور انقطاع الی اللہ اور مصائب و نوائب میں خدائے ملیک و مقتدر پر بھروسہ کرنے کا لازوال و بدیع المثال سبق سکھا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تھوڑی مدت قبل از ہجرت بیعت ثانی عقبہ ایک غار میں اندھیری رات کے وقت چند یثربیوں سے لی گئی تھی۔ کہ وہ مدینہ میں امر حق کی تبلیغ کرینگے۔

یثرب (مدینۃ النبی) میں جو پرجوش خیر مقدم انصار اور ان کی اولاد کی طرف سے کیا گیا وہ کتب سیر میں لفظاً لفظاً محفوظ ہے اور اس حقیقت کو ہمیشہ ظاہر کرتا رہیگا کہ عقیدت اور جاں نثاری کے کیا معنی ہیں۔

سورہ عصر مکہ میں نازل ہوئی۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

تاریخ شاہد ہے کہ انسان تنزل کر رہا ہے۔ مگر اس تنزل سے مستثنیٰ ہیں وہ لوگ جو ایمان والے (فرض شناس) اور اس فرض پر عامل (عمل پیرا) ہیں پھر نہ صرف ایمان و عمل بلکہ امر حق کی باہمی وصیت یعنی دوسروں کو امر حق پر عمل کرنے کے لیے ابھارنا جب اس تبلیغ میں مشکلیں اور مزاحمتیں پیش آئیں تو "وتواصوا بالصبر" صبر و شکیب سے خاموش مقابلہ کرنا یہ ہے مکی زندگی کا خلاصہ کہ صرف ترقی کی چار صورتیں ہیں (۱) فرض شناسی (۲) اس پر عمل پیرائی (۳) عمل حق کی ترغیب (۴) مزاحمت پر صبر۔

حضور اور حضور کے معتقدین کی مکی زندگی مجسمہ ہے انہیں چہار گانہ فضائل کا

صلی اللہ علیٰ نورہ کزو شد نورہا پیدا

مکہ میں تھا صرف "اقیمو الصلوٰۃ"، اب مدینہ میں اس پر اضافہ ہوا "وآتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین"، اہل نصاب پر ادائگی زکوٰۃ فرض کی گئی اور ساتھ ہی نماز جماعت کا حکم دیا گیا۔ بعد میں فریضہ حج بھی خاص حالات میں قائم کیا گیا۔ روزہ بھی فرض کیا گیا کہ مسلم تکلیف و سختی کی برداشت کر سکیں۔

ہم کہتے ہیں اور یہ کہنے میں ہمیں تامل نہیں حالات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان ہی مختصر آیات میں جو زیب عنوان ہیں اور جن میں توحید، ہمدردی اور اتحاد کی بنیادیں مستحکم کی گئی ہیں مذہب اور سلطنت کا وہ بدیع المثال نظام قائم کیا گیا ہے جو تھوڑے عرصہ میں ان دونوں تمدنوں پر غالب آیا جو ایرانیوں اور رومانیوں کے ہاں مذہب اور سلطنت کی صورت میں متداول تھے۔

وہ الہی الاصل جماعت قائم کی گئی جس کو بارگاہ خداوند سے مسلم خطاب ملا "ہو سماکم المسلمین"، اور دین کا نام رکھا گیا اسلام "ان الدین عند اللہ الاسلام"

اس بلند خطاب اور اس پر معنی نام میں اسلام سب ادیان میں منفرد ہے زرتشتی، بدھوں، موسائیوں اور عیسائیوں کو جو اپنے اپنے بانیوں کے نام سے منسوب ہیں اس اعلیٰ اور ارفع حقیقت سے کیا نسبت ہے جس کا مرکز مستقل، شریعت موبدہ اور سرچشمہ ازلی و ابدی ہے۔ جوں جوں معلومات بڑھیں اور آئندہ بڑھینگے، دائرہ علوم و فنون وسیع ہوگا۔ توحید کی عالمگیر حقیقت دنیا اور جہان کو مسخر کرتی جائے گی۔

یہاں ان چاروں تبلیغی مذاہب کا باعتبار سلطنت مقابلہ کرنا بے محل نہ ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ شہنشاہیت سوائے تبلیغی مذاہب کے قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ لوگ جو تبلیغی مذہب نہیں رکھتے شہنشاہیت قائم کرنے کے نا اہل ہیں۔ اس بناء پر کہ وہ دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنا نہیں

چاہتے -

"بدھ" تبلیغی مذہب ہے مگر نہ پھیلا پر نہ پھیلا، تا آنکہ چندر گپت ۱۲ ستمبر ق م
مسیحی اور اس کے جانشین "اسوکا" نے بدھ مذہب قبول کیا - اور ہندوستان
میں بھی وہ دو راجگان ہیں جنہوں نے شہنشاہیت قائم کی تھی -
مسیحیت نے اس وقت زور پکڑا اور پر و بال نکالے جب چوتھی صدی
عیسوی کے آغاز میں قسطنطین اعظم نے عیسائی مذہب قبول کر کے اُسے
بزور شمشیر پھیلایا
زرتشت ناکام رہا تا آنکہ دار گشتاسپ نے اس پر ایمان لا کر تلوار کے زور سے
آتش پرستی نہ پھیلائی -
اسلام کے بانی یتیم تھے بیکس تھے بے یار و مددگار تھے اور تمام روئے
زمین پر شرک اور بت پرستی کا تسلط - اور ہم ابھی مدنی زندگی میں کھلانے والے
ہیں کہ وہ خود بادشاہ بنے اور اس عظیم الشان سلطنت یا خلافت کی بنیاد
ڈالی جس کا نظیر بقول گبن دنیا نے نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ آئندہ دیکھے گی -
نتیجہ یہ کہ باقی تینوں تبلیغی مذہب اپنی اشاعت میں بادشاہوں کے
ممنون ہیں - مگر اسلام یہ کہ اس نے خود اپنی فطرتی او طبیعی صداقت کی وجہ سے
مسلم اول کو بادشاہ بنایا، پھیلا، پھولا، بڑھا اور تا قیام قیامت بڑھتا رہیگا
وہ اپنی اشاعت میں بادشاہوں کا محتاج نہیں، بلکہ خود بادشاہ بنانے والا ہے
"ولو کرہ المشرکون" -
مختصر یہ کہ فریضہ زکواۃ اور نماز جماعت نے مساوات اور مواخات کے
وہ سرچشمے اور ان سرچشموں سے وہ نہریں جاری کیں جن سے سارا عالم سیراب
و شاداب ہو گیا ہے ۵

تھی صدائے دعوتِ حق قل ہو اللہ احد ۔۔۔ ہے وہی معبودِ واحد خالقِ کون و مکاں
حرمتِ نفس و مساوات و اخوت عدل و رحم ۔۔۔ چشمۂ توحید سے یہ پنج دریا ہیں رواں
ہو گئے جنگل گلستاں بن گئے صحرا چمن ۔۔۔ ہو گئیں سرسبز یکسر جسم و جاں کی کھیتیاں
"ایہا الناس" اکرم و اشرف ہے کم میں متقی ۔۔۔ ہے عبث یہ امتیازِ ابن فلاں ابن فلاں

یہاں ہم مثنوی معارف الاسلام سے چند اشعار اس الہٰی الاصل جماعت کی مساوات اور حریت سے متعلق درج کرتے ہیں ؎

ہے اذانوں میں نعرۂ تکبیر ۔۔۔ ہے قسم ذوالجلال کی تفسیر
ہے منادی کہ جائیں مسجد میں ۔۔۔ کہتر و مہتر آئیں مسجد میں
ایک شاہی میں اک گدائی میں ۔۔۔ آئیں دربارِ کبریائی میں
ایک صف میں کھڑے ہوں شاہ و گدا ۔۔۔ ہے غنی اللہ انتم الفقرا
اک گدائی میں اک امیری میں ۔۔۔ سب مساوی ہیں اس فقیری میں
ہے جبینِ نیازِ شاہ و گدا ۔۔۔ وقفِ سبحان ربی الاعلیٰ

یہ "مساوات" یہ ترا انعام
ربنا ذوالجلال والاکرام

اس مساوات کی ہے ذریت ۔۔۔ جس کا ہے پیارا نام "حریت"
ہوئی پیدا جماعت احرار ۔۔۔ مے وحدت سے سب کے سب سرشار
جذبِ توحید تھا سپہ سالار ۔۔۔ جوشِ اخلاص تھا علم بردار
تھا خدا اُنکے ہم خطابوں میں ۔۔۔ فتح و نصرت تھی ہمرکابوں میں
نورِ توحید اُن کے سینوں میں ۔۔۔ تھے نشاں سجدہ کے جبینوں میں
استقامت تھی خانہ زاد اُن کی ۔۔۔ سرفروشی تھی بس مراد اُن کی
یہ حشم یہ جلال یہ توقیر ۔۔۔ تھے وہ عزم و ثبات کی تصویر

اعتقاد و عمل میں یک رنگی — قول و کردار میں ہم آہنگی
جو وہ کہتے تھے کر دکھاتے تھے — قول و فعل ایک ساتھ جاتے تھے
"آتنا ربنا" التجا اُن کی — "ثبت اقدامنا" دعا اُن کی
تبع تابع تھے اسوۂ حسنہ — مالک تختِ قیصر و کسریٰ
تھا یقیں "لا الٰہ الا ہو" — تھا عمل "لا تخف زغیرا و"
پہ یقیں یہ عمل یہ مجد و علیٰ — پڑھو "سبحان ربی الاعلیٰ"
تھے وہ یک دل اور یک زباں، یک رنگ — ہمدم و ہمخیال و ہم آہنگ
عزم راسخ سے کام لیتے تھے — راہ مولا میں جان دیتے تھے
شکر صدق اُن کی باتوں میں — سپر صبر اُن کے ہاتھوں میں
فرش پر خاک کے جبین نیاز — عرش ہمت پہ کرتے تھے پرواز
مدعا راہ حق میں مرنا تھا — اُن سے لڑنا قضا سے لڑنا تھا
پاس حق کی وہ حرمت و تکریم — موت کو تھے سمجھتے فوز عظیم
اُن کا دنیا میں تھا مقابل کون — تھے وہ تفسیر "انتم الاعلون"
مدعا تھا اشاعت اسلام — پھیلے دنیا میں اک خدا کا نام
تھے وہ اوصافِ حسنہ سے موصوف — ناہی منکر آمر معروف
جانبے سر پر وہ حق پہ تھے قائم — لا یخافون لومۃ لائم
مقصد زندگی بلاغ بلاغ — وقف تبلیغ تھا دل اور دماغ

الغرض یہ جماعت اعیاں
پھیلی دنیا میں ہاتھ میں قرآں

۔ فی زندگی میں غزوۂ بدر ۲ھ، غزوۂ احد ۳ھ، غزوۂ خندق

سنہ ۵ھ غزوہ تبوک، صلح حدیبیہ سنہ ۶ھ بر طبق صلح حج سنہ ۷ھ اور خالد
(بعد میں سیف اللہ) کا مشرف باسلام ہونا فتح مکہ سنہ ۸ھ فتح خیبر اور
غزوہ حنین سنہ ۸ھ وفود اور اُن کا جوق جوق آنا اور اسلام قبول کرنا سنہ ۹ھ
خود حج پر تشریف نہ لیجانا اور حضرت صدیق کو امیر الحاج مقرر فرمانا سنہ ۹ھ
بعد روانگی صدیق آیہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا
کا نزول سنہ ۹ھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے یہ آیات کریمہ
انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا وان خفتم عيلة فسوف
يغنيكم الله من فضله ان شاء ان الله عليم حكيم حضرت صدیق کو پہنچانا
اور اُن کا بعد حج اس حکم امتناعی کا اعلان کرنا۔ پھر سنہ ۱۰ھ میں حج فرمانا اس
اخیر حج کے تین نام ہیں۔ حجۃ الاسلام، کہ مسلمان ہی اس حج میں شامل تھے
اور کوئی مشرک مذکورہ بالا حکم امتناعی کے مطابق حج میں شریک ہونے کی
جرات نہ کرسکا حجۃ الوداع حضور کا آخری حج اور حجۃ البلاغ کہ اخیر خطبہ
جو فصاحت و بلاغت کی جان اور اوامر و نواہی کا اعلان، اخلاق، تہذیب
اور عمرانیات کی تصویر، عورات اور غلاموں کے حقوق اور حسب و نسب کے امتیازات
کو مٹا دینے والی پر اثر تقریر مسلم دنیا کو اور اُن کی وساطت سے تمام دنیا
کو جبل عرفات کی بلندیوں سے سنایا گیا جس کو مسلمانوں نے محویت اور استغراق
کے عالم میں سُنا اور دنیا کو سنایا اور جب تک انسانیت کا نام دنیا میں رہیگا
ہمیشہ ہمیشہ سنایا جائیگا اور اس پر حکمت اور پر معرفت ہدایت نامہ سے سلیم الطبیعت
انسان ایک روح پرور اور روح افزا زندگی حاصل کرتے رہیں گے۔

اللہ اکبر وہ یتیم اور بیکس جو وطن مالوف سے بے سر و سامانی کی حالت
میں ہجرت پر مجبور ہوئے، آٹھ سال کے قلیل عرصہ میں اس سرزمین پر

جہاں ایک بالشت زمین بھی رہنے کے لیے نہ ملتی تھی اور جہاں کفار کے زور سے بیعت عقبہ پتھریوں سے رات کے وقت لی گئی تھی۔ فتح مکہ کے دن کریمانہ عفو و رحم سے کفار قریش کو جو مایوس بیٹھے ہوئے پھانسی کا انتظار کر رہے تھے "لا تثریب علیکم الیوم" کی بشارت سنا کر آزاد پھرتے ہیں یہ وہ حالات اور واردات قلبی ہیں اور ان میں وہ بصارت و بصیرت موجود ہے جو دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ ملے گی۔ حق کا بول بالا ہوا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کے نعروں سے زمین و آسمان گونج گیا۔

سنہ ھ جب آخر خطبہ ارشاد فرما کر حضور والا فارغ ہوئے اور یہ دلکش اور دل آویز نظارہ جسے مسلم دنیا مشاہدہ کر رہی تھی اور جسے سارا عرب اور عرب کی وساطت سے ساری دنیا سننے والی تھی درپیش تھا عین اس وقت مطابق بخاری آیہ کریمہ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" نازل ہوئی۔

تکمیل دین ہو گئی اور اس وقت خاص پر تکمیل دین میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ سلطنت دنیا یا خلافت کا تصور بھی دین کا اہم جزو ہے۔

مراجعت پر مدینہ پہنچ کر حضرت اسامہ بن زید بن حارث کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار کیا جاتا ہے کہ وہ شام کی طرف جائے اور ان لوگوں کی سرکوبی کرے جنہوں نے زید بن حارث کو شہید کر دیا تھا۔ اسامہ غلام زادے تھے یعنی زید کے خلف جو ایک غلام تھے جنہیں حضور کے نکاح کے وقت حضرت سیدۃ النساء خدیجہ نے دیا تھا اور آپ نے آزاد کر کے اس کا نکاح ام ایمن سے کر دیا تھا جس کے بطن سے اسامہ پیدا ہوئے تھے انہیں سپہ سالار مقرر کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اصولی طور پر جو حسب و نسب کے امتیازات اٹھا دئے گئے

تھے، اُن کا عملی ثبوت بہم پہنچایا جائے۔ اسلام کا کوئی اصول ایسا نہیں جسے حضور نے
اپنی زندگی میں عملی جامہ نہ پہنایا ہو۔
بیان کیا جاتا ہے کہ قریش نے غلام زادہ کی سپہ سالاری قبول کرنے میں
پس و پیش کیا۔ ارشاد ہوا کہ جو شخص لشکر اسامہ میں داخل نہ ہوگا وہ میری قوم
میں نہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ بھی اسامہ
کے ماتحت اس لشکر میں شامل تھے۔
بوجہ علالت حضور یہ لشکر آپ کی زندگی میں روانہ نہ ہو سکا۔ بعد میں حضرت
صدیق نے روانہ فرمایا اور کچھ دور تک پاپیادہ دراں حالیکہ اسامہ سوار تھے تشریف لے گئے
ہوئے یہ ہی وہ عملی تعلیم ہے جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ متاثر ہو کر فرماتے ہیں

انا ابن نفسی کنیتی ادبی	او کنت من عجم او من العرب
ان الفتی من یقول ھا انا ذا	لیس الفتی من یقول کان ابی

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعثت کے وقت ساسانی اور رومانی
دو تمدن دنیا میں موجود تھے ساسانیوں کا حلقہ حکومت یمن تک وسیع تھا عرب
وحشی تھے اگر وہ توحش کو چھوڑتے تو ضرور تھا کہ وہ ان دو تمدنوں میں سے کسی ایک
تہذیب میں جلبی کہ وہ بری کہلی تھی جذب ہو جاتے۔
عرب حضور کی تعلیم کے ماتحت اٹھے اور اس ہدایت نامہ یعنی قرآن کے
ماتحت ایسے اُبھرے کہ دس سال کے قلیل عرصہ میں وہ ان دونوں تمدنوں پر
غالب آئے۔ یہ کیا چیز تھی جناب الٰہی کا اسوہ حسنہ اور اعلیٰ تعلیم قرآن۔ اسوہ
کیسا جس پر "عبدہٗ" کی قید لگا کر اس کو واجب التقلید اور واجب الاتباع بنایا
تھا۔ بخلاف پیشینہ نمونوں کے کہ کرشن اوتار ہیں عیسیٰ ابن خدا ہیں عزیر ابن اللہ
بدھ اوتار ہیں اور زرتشت وصفات الوہیت سے متصف۔

کچھ نمونے تھے وراء الفطرت اور فوق البشر جن کی نہ تتبع کی جا سکتی تھی اور نہ تقلید کرنے کی ہمت ہوتی تھی وہ انسان کے لیے ناقابل حصول تھے۔

یہاں نمونہ ہے "عبدہ" جو عبد ہے "انا البشر مثلکم" انسان ہے انسانوں میں رہتا ہے انسانی ضروریات میں اور انسانی دائروں میں گردش کرتا ہے ایسے نمونہ کی تقلید کی جا سکتی ہے چنانچہ کی گئی اور علاوہ براں یہ بات حاصل ہوئی کہ توحید کا سرچشمہ ہمیشہ کے لیے شرک کی غلاظت سے محفوظ ہو گیا ہم پیشینہ نمونوں کے حالات میں دیکھتے ہیں۔

"عبدہ" سے یہ کھل گئے اسرار | اب نہ آئے گا یاں کوئی اوتار
خاصۂ عبد ہے عبودیت | کفر ہے ادعائے الٰہیت
اکرم الناس "عبدہ" ہے خطاب | ہیں بشر مثلکم وہ عالیجناب
واسطے سارے ہو گئے زائل | تھے جو معبود و عبد میں حائل
اٹھ گیا اعتبار پاپائی | مٹ گیا اقتدار پاپائی
لم یلد نص رد ابنیت کا | "عبدہ" ہے ثبوت عبدیت

سب سے اعلیٰ ہے شان عبدیت
"فادخلی فی عبادی" ہے غائت

مدینہ میں مذہب کے ماتحت جو جو سیاسی اخلاقی، اقتصادی اور سوشل اصلاحیں کی گئیں ان کا تذکرہ اس مختصر مضمون میں موجب تطویل ہے مگر اتنا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۳ ھ میں خمر اور میسر کی قطعی ممانعت رجس من عمل الشیطان۔ تحفظ حقوق عورات سورہ نسا میں اولادکشی اور دختر کشی کا امتناع۔ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے معتقدین کے مقابلہ میں

جہاد کی اجازت یہ وہ امور ہیں جنہوں نے تہذیب و شائستگی عالم میں ابھار کا حصہ لیا۔

حربیوں، ذمیوں، اور معاہدین سے متعلق جو عادلانہ اور روادارانہ قواعد وضع کیے اُن کی قرآن کریم میں جابجا تصریح کی گئی ہے۔

حربیوں کے متعلق مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ اگر وہ تم پر چڑھ آئیں تو مدافعانہ پہلو اختیار کرو۔ اگر وہ اعتدا کے مرتکب ہوں تم بھی اُن کے ساتھ لڑو مگر کسی حال میں حد سے متجاوز نہ ہو۔

لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین

خدا تمہیں اُن لوگوں کے ساتھ احسان کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑتے اور نہ یہ کہتا ہے کہ تم اُن کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ لیکن اُن لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع کرتا ہے جو تمہارے ساتھ مذہبی لڑائی لڑے اور جو تمکو تمہارے گھروں سے نکال دیں۔

منصفانہ جہاد کی اجازت ہے اور وہ تین صورتوں میں جائز رکھا گیا ہے اول یہ کہ مخالفین تم پر چڑھ آئیں۔ دوم یہ کہ تمکو اپنے وطن سے نکال دیں سوم یہ کہ اس قوم پر چڑھ آئیں جو تمہاری حلیف ہے اور ان تینوں صورتوں میں یہودیوں کے معابد اور عیسائیوں کے گرجے اور دیگر اقوام کے عبادتخانے اور اسلامیوں کی مسجدوں کی حفاظت کو ضروری قرار دیا ہے۔

ذمیوں کی اسی طرح حفاظت کرنا چاہیے جیسی کہ تم اپنی کرتے ہو

چنانچہ حضرت علی کا قول ہے کہ ان کا خون ہمارا خون اور ہمارا مال ان کا مال ہے
غلاموں کے متعلق تو سر سید اور مولانا چراغ علی بر بنائے آیہ کریمہ
"فاما منا بعد واما فداء" کہتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کو منسوخ کر دیا لیکن اگر
مسلمانوں نے غلامی کو منسوخ نہیں کیا تاہم انکے ساتھ مساویانہ سلوک کی ہدایت
کی گئی۔ مسلمانوں میں غلام اور غلام زادے بادشاہ ہوئے وزیر ہوئے عالم
ہوئے، محدث اور فقیہہ ہوئے۔ جابجا قرآن میں تصریحات موجود ہیں کہ گناہ
کے کفارے کے لیے غلاموں کو آزاد کر دیا جائے، زکواۃ کا ایک مصرف یہ ہے
کہ غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کیا جائے۔

تقویٰ کو اصول نیکی قرار دیا، اور یہ حقیقت روشن کر دی کہ کوئی فن۔
کوئی ہنر کوئی لیاقت، کوئی ادبیت، کوئی مذاق، کوئی مادی ترقی اور
کوئی دولت "اصولی نیکی" یعنی تقویٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تم میں اشرف و اکرم
وہ متقی ہے "ان اکرمکم اتقاکم"

قرآن کریم پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق فاضلہ اور معارف
روحانیہ سب کے سب تقویٰ میں شامل ہیں۔ تقویٰ حکمت ہے، صبر ہے، عزم ہے استقلال
ہے، تحمل مصائب ہے، ضبط نفس ہے، حریت نفس ہے۔

متقی کا فرض ہے کہ فریب و عیاری کا استیصال کرے اور مکر و فریب
جو حق تلفی کا اندیشہ یا عدم مساوات کے پیدا ہو جانے کا احتمال ہے اس کو دور
کر کے اصلی اور حقیقی مساوات کو بحال کرے۔ اور دنیا میں ایسا امن و امان قائم
کرے کہ ہر ایک انسان اپنی اپنی استعداد اور اپنے اپنے میلانات و رجحان کے
مطابق اپنے قویٰ فطری کی نشو و نما کر سکے۔

مساوات رنگ، قومیت، علم، نسل، معاشرت وغیرہ میں پیدا

نہیں ہو سکتی۔ مگر متقی کا یہ کام ہے کہ وہ ایسے ذرائع اور ایسے وسائل اور ایسے مواقع بہم پہنچائے کہ جہاں تک انسان کی آزادی، راحت اور جان کا تعلق ہے سب انسان آپس میں مساوی ہو جائیں۔

تقویٰ کے معنی منصفانہ جہاد کے بھی ہیں۔

واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ط

جو تم پر کسی قسم کی زیادتی کرے ویسی ہی زیادتی تم بھی اس پر کرو اور زیادتی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ متقین یعنی زیادتی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بوقت ضرورت تقویٰ میں جہاد بھی شامل ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ متقی، کو لڑائی سے بچنا چاہئے، مگر منصفانہ جہاد میں سب سے آگے ہونا چاہئے۔ کہ ظالموں اور غاصبوں کا زور توڑا جائے اور مساوات انسانی بحال کی جائے۔[۱]

ہے وہ قہار منتقم ضابط	ہے وہ جبار منتظم رابط
منتقم ہے کہ لے تو فی الجملہ	صفت انتقام ہے مقصد
زندگی ہے یہ راز خاص النجاص	حق بالسن والجروح قصاص
موت کمزور کے خواص میں ہے	زندگی طاقت قصاص میں ہے
گر نہیں مانتے ہو میری بات	پڑھو قرآن میں فی القصاص حیوٰۃ
لیک لا تعتدوا، بھی آیا ہے	بر محل عفو کو سراہا ہے

بے محل عفو ہے گناہ عظیم
ناشی ذل و ماحی تکریم

محمد مصطفٰے اور احمد مجتبےٰ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کے اجمالی ذکر مبارک سے

[۱] تخلقوا باخلاق اللہ

ہم بہرہ اندوز سعادت ہوئے۔ اب ہم بحیثیت "بانی امت وسطیٰ" اُن کی پر حکمت اور پر معرفت تعلیم اور اُن کے اس زبردست نظام اخلاق کو پیش کرینگے جس کی نسبت ہمارا ایمان ہے نہ صرف بلحاظ عقیدت بلکہ باعتبار بصیرت کہ وہ نظام جسمانیات اور روحانیات کی ضرورتیں حال اور مستقبل میں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ پوری کرتا رہیگا۔ جیسا کہ اس نے زمانہ گزشتہ میں کیں۔

(۵)

اخلاقی توازن اور بانی امت وسطیٰ

اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

فادخلی فی عبادی

کہاں کو نہ موسیٰ کو نہ گوتم کو، نہ عیسیٰ کو
میسر تھی یہ تعدیل قوائے جسم و جان باقی

رہا دنیا میں گہ افراط و گہ تفریط کا دورہ
فضائل میں تو ہر یکتا نہ کون و مکان باقی

ترا قرآن ہے فطرت نہیں تبدیل فطرت میں
اسی فطرت پہ ہیں قائم زمین و آسمان باقی

دیکھئے اعتدال کی عمومیت کس بلیغ اسلوب سے بیان فرمائی گئی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ پر خواہ سیاسی ہو یا معاشرتی موثر ہے۔

ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان

قرآن کریم

کتب آسمانی ہیں جتنی
مقصد خاص پردہ میں سبھی

غضب و غیظ موسیٰ کی تعلیم
حلم و رافت ہے عیسیٰ کی تعلیم

گیتا میں ہے فلسفۂ روحانی ژند میں ہے علمِ جسمانی

دیکھنا چاہو تو پڑھو قرآن

"اعتدال" کمالِ جسم و جاں

امن ہو امن اور سلام سلام ہے خدا کا یہ آخری پیغام

تھا یہ اسلام کا جہادِ کبیر پہلے قرآن کی دنیا میں تفسیر

ساری راہوں میں ہے یہ سیدھی راہ

کلمہ لا الٰہ الا اللہ

توحید کی مضبوط اور مستحکم چٹان پر اسلام کی بنیادیں اٹھائی گئیں نصب العین حضور کے سامنے یہ تھا کہ انسان با خدا انسان بنے، عبدِ کامل ہو جائے اور "فادخلی فی عبادی" کا مصداق۔ قربِ حق اور لقاءِ ربی کے اعلیٰ اور ارفع رتبہ پر فائز ہو۔

ربوبیت عامہ کے ماتحت اس "اخلاقی انتشار" کو جو محیط عالم ہے دور کر کے مذہبیت اور اخلاقیت کی راہوں سے "اخلاقی توازن" پیدا کیا جائے۔ قرآن میں کئی جگہ ارشاد ہے "آمنوا" "واعملوا" ایمان لاؤ اور عمل کرو اور یہ بھی کئی جگہ آیا ہے کہ "آمنوا وعملوا الصالحات" ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔ ایک جگہ سورۂ تبارک میں منشاء خلقت "حسنِ عمل" کو قرار دیا اور فرمایا۔ خلق الموت والحیوٰة لیبلوکم ایکم احسن عملا۔

خدا نے موت اور حیات کو اس غرض سے پیدا کیا کہ اس بات کو آزمائے کہ تم سے بہترین عمل کس کا ہے۔ یا یہ کہ از روئے عمل کون بہترین شخص ہے۔

دوسری جگہ سورۂ بقر میں یوں ارشاد ہے کہ "ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون"

ہم نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں۔

ان دونوں آیات کریمہ کو اور تدبر کرو معلوم ہو جائیگا کہ عبادت اور حسن عمل مترادف ہیں۔ کیونکہ منشار خلقت کو جو حد اوسط ہے گرانے اور صغرے اور کبریٰ کو ملانے سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ حسن عمل کا ہی نام عبادت ہے

اب دیکھنا چاہیے کہ حسن عمل کا میدان ہے دنیا اور دنیوی تعلقات۔ ان تعلقات سے "معاملات" پیدا ہوتے ہیں۔ اور معاملات میں عملی طور پر اخلاق کا سب سے زیادہ حصہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حسن معاشرت کا سارا دار مدار اخلاق حسنہ پر ہے۔

اب اخلاق حسنہ یا فضائل اور دوسری طرف اخلاق ذمیمہ یا رذائل کی جب فہرست تیار کی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک چیز جو اس "وحدت" کے قریب ہو گی جس کو توحید نے پیدا کیا ہے وہ فضائل میں اور ہر ایک چیز جو اس دوئی کے قریب ہو گی جسے شرک نے پیدا کیا ہے۔ رذائل میں جگہ لیگی۔

توحید کی ضد ہے "شرک"، اور شرک کی نسبت قرآن کریم ناطق ہے کہ "ان الشرک لظلم عظیم" شرک ظلم عظیم ہے۔ جب شرک ظلم عظیم ٹھیرا تو اس کے مقابلہ میں "توحید" عدل کامل ہے پس حکماء اخلاق کا یہ کہنا کہ توحید "عدل ہے" اور شرک "ظلم" پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔

عدل وسط ہے اور ظلم افراط و تفریط۔ فضیلت ایک ہے اور اس کے مقابلے میں رذیلتیں دو۔

اسلامیوں کا ایک فرقہ معتزلہ اپنے آپ کو صاحبان عدل و التوحید کے نام سے منسوب کرتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فضائل کا سرچشمہ عدل ہے

اور رذائل کا منبع ظلم ۔

عدل مظہر "معروف" ہے اور ظلم مظہر "منکر"۔ اور معروف اور منکر قرآن کریم کی رو سے دو الفاظ ہیں جو محاسن اخلاق اور ذمائم اخلاق کی تصریح کرتے ہیں۔

عدل و توحید کا ہم اک مفہوم	ظلم اور شرک لازم و ملزوم
عدل سرچشمۂ فضائل ہے	ظلم سرحلقۂ رذائل ہے

جب حسن معاشرت کا مدار اخلاق حسنہ پر ہے اور اخلاق حسنہ بغیر عدل یا عدالت کے پیدا نہیں ہو سکتے تو ثابت ہوا کہ دنیا میں "عدل" حسنات کا سرچشمہ ہے اسی عدل پر سارے فضائل متفرع ہیں۔ سب سے اخیر مگر سب سے مقدم "اخلاص" پیدا ہوتا ہے اور اخلاص سے تقویٰ اور تقویٰ وہ مبارک نعمت ہے جس کی بدولت انسان اشرف و اکرم قرار دیا گیا ہے "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

پس دنیا میں کوئی تجارت کوئی پیشہ، کوئی صنعت و حرفت غرضکہ کوئی کام ہو اگر زیر نگرانی نصفت و عدالت ہے "عبادت" ہے۔

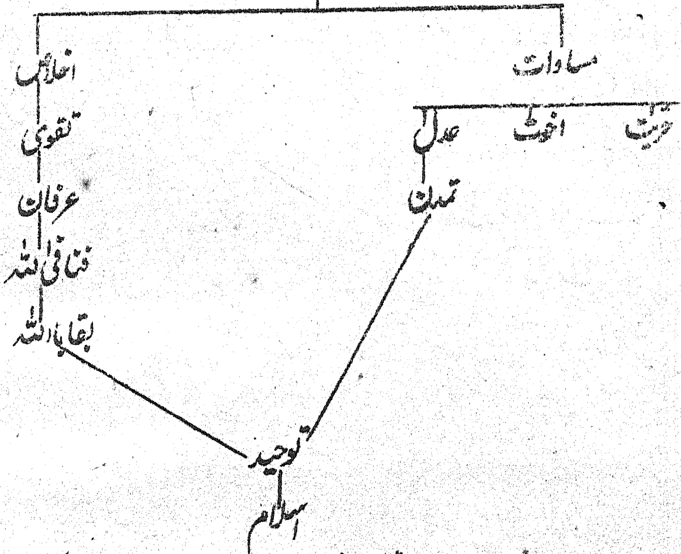
عدل دنیا میں اور تقویٰ دین میں گراں بہا نعمتیں ہیں اور یہی دونوں وہ انعام ہیں جن کی وجہ سے انسان اس نصب العین اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے جو "فادخلی فی عبادی" میں مضمر ہے

"اعدلوا، ہو اقرب للتقویٰ" عدالت تقویٰ سے قریب ہے اور تقویٰ عادلانہ معاشرت سے پیدا ہوتا ہے۔

پس نظام اسلام کو جو دین و دنیا دونوں کی تکمیل کرتا ہے ہم بطور اختصار اس طرح بیان کر سکتے ہیں۔

اسلام

توحید



فنا اور بقا یہاں اُن مشہور معانی میں مستعمل نہیں ہوئے جو بعض صوفیاء کرام بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ فنا سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک چیز خدا کی راہ میں قربان کرتے جاؤ اور جب اس طرح تم خدا کے ہو جاؤ تو پھر خدا کے ساتھ یعنی خدا کے لیے زندگی اختیار کرو۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ سے اور منتہی ہوا ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین

غور کرو یہ سلسلہ شروع ہوا " ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ " سے اور منتہی ہوا " ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین "

پس قربان جائیے بانیٔ امت وسطےٰ پر جنہوں نے افراط و تفریط سے مبرا ایک صراط مستقیم یا جادۂ اعتدال کی ہدایت کی اور اس راہ پہ امت وسطیٰ

کو دنیا جہان کے لیے نمونہ بنا کر چلا گیا۔
اور ایک عظیم اخلاقی انتشار سے تنظیم و تعدیل کے ساتھ "اخلاقی توازن"
پیدا کیا جس سے دنیا اور دین دونو حاصل ہو گئے۔ ایک طرف ہے "ورفعنا لک
ذکرک" تو دوسری طرف ہے "ان الی ربک المنتہی" فرد میں انفیت پیدا
ہو گئی اور قوم میں جمعیت۔

شجرہ اسلام ۔ از مثنوی معارف اسلام

آؤ دکھلاؤں شجرہ اسلام — تا ہو روشن کہ ہے عجیب نظام
دین و دنیا کی کرتا ہے تکمیل — جسم اور جان میں ہوتی ہے تعدیل
رکن اعظم ہے دین کا توحید — اصل محکم ہے دین کی توحید
نکلیں اس جڑ سے دو شاخیں خاص — اک مساوات دوسری اخلاص
سایہ افگن ہے اک "تمدن" پر — دوسری جان فزا و جاں پرور
گویا اک چشمہ سے ہیں دو نہریں — جاری ہیں باغ دین و دنیا میں
ایک سے سبز کشت جسمانی — ایک سے تازہ باغ روحانی
ہے "مساوات" عدل کا ماوا — اور ہے "اخلاص" تقوی کا ملجا
ہو تمدن میں عدل کا یہ کام — التزام حقوق و حفظ انام
ہو مساوات سے تر و تازہ — گلستان تمدن و دنیا
منتہی اس کا نظام "جمہوری" — منتظر اس کا قوام "دستوری"
ہے یہی کا جلوہ "حریت" میں — حریت، عدل اور اخوت میں
اسی کا عکس ہے معیشت میں — اسی کا پرتو ہے سیاست میں

ہے مساوات منطقی بے مثال — کہ ہے پیدا کے مختلف احوال

مختلف ہے ہر ایک کا رجحان | ہے الگ ایک ایک کا میلان

ایک محتاج اور ایک غنی | ہے ذہین ایک اور ایک غبی

ایک عالم ہے ایک ہے جاہل | ایک کم فہم ایک ہے عاقل

ایک حاکم ہے ایک ہی محکوم | ایک خادم ہے ایک ہے مخدوم

مختلف رتبہ الغرض سارے
گوناگوں دنیا کے ہیں نظارے

پر یہ جمہور کی ہے اہلیت | کہ ہوں یکساں ذرائع راحت

تا کریں ساری قوم کے افراد | فیض حاصل بقدر استعداد

مانعِ نشو،، گر ہو ناداری | تو گنہگار قوم ہے ساری

چاہیئے قوم وہ کرے تدبیر | بہرہ ور جس سے ہوں غریب و امیر

مفت و جبری ہو سب کو تعلیم | صنعت و فن کی جا بجا تنظیم

خرچ قومی پہ مدرسے جاری | سیر حاصل ہو سر زمیں ساری

مدرسہ اپنا کارگاہ اپنا
فیس کا ڈر نہ قوت کا کھٹکا

ورنہ ناقص ہے نظم جمہوری | کہ ہے فطرت ہی قوی پہ مجبوری

انہیں مجبوریوں سے گھٹ کے پتا [?] | ہوا افسردہ [?] دل و خستہ حال و تباہ

نشو حاصل نہ گر کریں اطفال [?] | قوم گر جائیگی بقعرِ زوال

اس بنا پر ہے دین اسلامی | شرعِ [?] فطرت کا سربسر حامی

مولیٰ مولیٰ بنا دیئے اس نے | ادنیٰ اعلیٰ بنا دیئے اس نے

(غلام — آقا)

"ایہا الناس،، ہو مساوی سم [?]
اکرمکم [?] بحسب اتقاکم

اور وہ اخلاص منبعِ عرفاں — ہے کلیدِ درِ خزائنِ جاں
اصل عرفان ہے فنا فی اللہ — اور فنا فائز بقا باللہ
ہے یہ وہ اعلیٰ رتبۂ عرفاں — جس پہ سوزندگانِ قرباں
صبغتی رنگ میں فنائیت — فائز منزلِ بقائیت
یہ وہ منزل کہ ایک ہے جس جا — مرضیِ عبد و مرضیِ مولیٰ
قدرت اس کی خدا کی قدرت ہے — نصرت اس کی خدا کی نصرت ہے

دوست اس کے ہیں دوستانِ خدا
دشمن اس کے ہیں دشمنانِ خدا

ہے مساوات عدل کا ماوا — اور ہے اخلاص تقویٰ کا ملجا
عدل و تقویٰ بہم ملاتے ہیں — غائتِ زندگی دکھاتے ہیں
جسم میں اعتدال ہے صحت — روح میں اعتدال ہے راحت
صحتِ جسم ہے قیامِ بود — راحتِ روح حاصلِ بہبود
عدل ہے دنیا میں مرادفِ بود — تقویٰ ہے دیں میں روح کی بہبود
ربط باہم ہے دونوں میں موجود — دنیا ہے بود دین ہے بہبود
بود و بہبود کا یہ ہے مفہوم — کہ ہیں دنیا و دیں بہم ملزوم
بود و بہبود سے یہ ہے ظاہر — کہ نہیں دنیا دین سے باہر
بود بہ سے ملے بنے بہبود — گویا دنیا میں دین ہے موجود
نہایت اس سے یہ ہو گیا یکسر — دنیا بہ ہے اور دین ہے بہتر
دنیا اچھی ہے دین ہے اچھا — عمل اچھا یقین ہے اچھا
بہ اور بہتر بہم جو ملتے ہیں — گویا دریا دو یکجا بہتے ہیں
ان سے شادابِ گلشنِ دارین — ان سے سیرابِ مزرعِ کونین

عدل کی دنیا میں ہے سالاری
تقویٰ کی دین میں ہے سرداری

عدل میں ہیں مراتب دنیا
تقویٰ میں ہیں مناصب عقبیٰ

عدل و تقویٰ جو ہوں بہم یکجا
دنیا میں دین ۔ دین میں دنیا

اثر زندگی ہے تقویٰ و عدل
ثمر بندگی ہر تقویٰ و عدل

الغرض دین و دنیا کے سب کام
ایک وحدت ،، سے پاتے ہیں انجام

اول اسلام آخر ہے اسلام
اللہ اللہ ہے کیا عجب نظام

عدل سے ہر قیام جسم و جاں
عدل سے ہر نظام جسم و جاں

بارک اللہ یہ قوت معدل
ہوگئی جس سے دین کی تکمیل

ہر نہ تفریط اور نہ ہے افراط
دین قیم ہے جامع اوساط

ہے میانہ روی صراط ہر سے
خیر امت ہر امت وسطیٰ

عدل سے تقویٰ، تقویٰ سے ہر عدل
دنیا سے دین، دین سے ہر فضل

عدل پیمانہ ہے معیشت کا
تقویٰ معیار ہے فضیلت کا

۔ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

اللہ اکبر، دنیا و دین کا یہ تلازم جسمانیت اور روحانیت کا یہ اتحاد کسی اور نظام میں تہذیب میں موجود نہیں۔ دنیا ذریعہ ہے اور دین غایت۔ دین کی غایت القایات یہ ہے "فادخلی فی عبادی"۔ اس رتبہ اعلیٰ پر فائز ہونے کے لیے نفوس جزئی یعنی نفس امارہ، اور نفس لوامہ کو نفس کل یعنی نفس مطمئنہ کے تابع رہنا چاہیے

حضور نے امت وسطیٰ کی بنیادیں جس کا یہ نظریہ نظام ہے چالیس سال کی عمر میں رکھیں جو ایک میانہ درجہ عمر کا ہے نہ جوش جوانی ہے اور نہ انحطاط

پیری می "خیر الامور اوساطہا"، وصلی اللہ علی نور کز و شد نورہا پیدا۔

(۶)

وجہ تسمیہ اُمت وسطےٰ

انک لعلی خلق عظیم

وکذالک جعلناکم اُمۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا

ہر یہ آئین ملک دین آباد | کہ عدالت پہ جنتے ہیں بنیاد
حد سے بڑھتے نہیں تقابل میں | عدل پر چلتے ہیں تعامل میں
نہ خصومت نہ باہمی تکرار | دنیا بنتی ہے ایک جنت زار
ہے عدالت ہی اقرب تقویٰ | خیر امت ہے اُمت وسطےٰ

شان میں جن کی اخرجت للناس
ہے خدا سے انہیں امید و ہراس

اب ہم دکھلائیں گے کہ مسلمانوں کا نام "امت وسطیٰ" کیوں کہا گیا۔ اور امت وسطےٰ ہم کہاں تک فلاح و بہبود اور تہذیب و شائستگی کی کفیل ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قوم میں طبقہ متوسط اور اقوام میں امت وسطےٰ کی وساطت سے اخلاقی زندگی نے نشو و نما پائی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے تاریخ کی ورق گردانی کریں اور تہذیب و تمدن کے ابتدائی مرحلوں سے گزریں اور تدریجاً انتہائی منازل کی طرف بڑھتے آئیں اس دشوار گزار راستے اور پرخطر وادی میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کو انسان بنانے کے لیے مصلحین قوم اور بزرگان ملت نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں تکلیفیں برداشت کیں۔ جانیں جوکھوں میں ڈالیں، مارے گئے جلائے

گئے۔ سولی پر لٹکائے گئے، زندہ زمین میں گاڑ دیئے گئے۔ آروں سے چروائے گئے، وطن مالوف سے نکالے گئے۔ جلاوطن کئے گئے۔ ہجرت پر مجبور ہوئے مختصر یہ کہ ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ باغ تہذیب شائستگی کی داغ بیل جب ڈالی گئی اس کی تہ میں خون شہدا رکھا گیا اور خون شہدا ہی سے بعد میں اس کی آبیاری کی گئی۔ اور انہی مقدس اور جانباز قافلہ سالاروں کے طفیل ہم اس باغ کو سرسبز اور شاداب دیکھ رہے ہیں۔

جب ہم انتہائی منزل پر پہنچتے ہیں تو یہ حقیقت بین طور پر سامنے آتی ہے کہ معراج انسانیت ہے اسلام، غایت الغایات تہذیب ہے اسلام، علم و حکمت کا دفتر ہے اسلام۔ فہم و فراست کا مجموعہ ہے اسلام، علم و فضل کا مرقع ہے اسلام۔ دنیا کے تجربوں اور مشاہدوں کی تصویر ہے اسلام۔ کتاب کائنات کی تفسیر ہے اسلام، صحیفہ فطرت کی تعبیر ہے اسلام اور عدل و انصاف کا مجسمہ ہے اسلام۔

حکما اور مصلحین نے ابتدائے آفرینش سے سعی کی کہ دنیا میں عدل و نصفت کا تسلط ہو جائے مگر دنیا افراط و تفریط کی بھول بھلیاں میں پھنسی رہی تکمیل دین کا سہرا خاتم انبیا، سرور اتقیا، وصل حق اور رسائل مخلوق کے مقدس سر پر باندھا گیا اور یہ شرف اکرم الناس اور افضل البشر کے حصہ میں آیا کہ مذہبیت اور اخلاقیت کی تکمیل ان کے مبارک ہاتھوں پر ہوئی۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

دور منتشر کا نہ میں معاذ اللہ، انسان خدا تھا یا حیوان۔ یہ افراط کے نظارے ہم جمشید ایرانی، نمرود بابلی، شداد سوری اور فراعنہ مصر وغیرہ کے حالات میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ گویا مخلوق خدا ان کے آرام و آسائش کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

دوسری طرف یہ تفریط کہ رعایا محض حیوان ہے جو ان رب الارباب کی پرستش کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ درمیانہ درجہ جس سے معلوم ہو کہ انسان انسان ہے اور خدا خدا، عبد عبد ہے اور معبود معبود اور یہ کہ انسان کا ایک پہلو خدا سے اور دوسرا پہلو مخلوق سے ملا ہوا ہے۔ ظاہر نہ ہوا تا آنکہ ہادی برحق واصل حق اور شامل مخلوق نے بصدائے "عبدہ ورسولہ" بلند کر کے دنیا کو اس حقیقت اصلی سے آشنا کیا اور انسان کو حضیض ذلت سے اوج عزت اور قعر اسفل سافلین سے معراج احسن تقویم پر سربلند کیا۔

ہو نہیں سکتا کہ "عبدہ ورسولہ" کے موجود ہوتے اصولاً پھر کبھی اعتدال سے کا ارتکاب کیا جا سکے۔

تاریخ عالم میں ہم جن بزرگوں کو پاتے اور اُن کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نمونے یا تو بذات خود انسان کے لیے بحیثیت رہنما کارآمد نہ رہے یا اُن کے متبعین کی مبالغہ آمیزی سے۔

کرشن مہاراج اوتار تھے۔ بھگوت گیتا کا یہ ضرب المثل ارشاد مشہور انام ہے کہ جب دنیا میں اخلاقی بنیادیں متزلزل ہو کر فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے تو خدا سے بلند و برتر اپنے آپ کو کسی بزرگ انسان کی شکل میں بھیجا کرتا ہے فیضی ترجمہ فارسی بھگوت گیتا میں اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

چو آئین دیں سست گردد بسے ۔۔۔ نمائیم خود را بشکل کسے

اور جہاں تک روحانیت کا تعلق ہے۔ فلسفہ وحدت وجود پیش کیا گیا ہے جس سے انفرادی زندگی نابود ہو جاتی اور تمام ذمہ داریوں سے انسان سبکدوش ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ نے اسرائیلیوں کو غلامی کی زندگی سے نکالتے اور

ان میں "اخلاق فاعلیہ" پیدا کرنے کے لیے غضب و غیظ کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت بدھ نے جو بعد میں اوتار مانے گئے پہلا قدم بیوی اور بچہ کو چھوڑ کر رہبانیت کی طرف قدم اٹھایا اور جنگلوں میں گوشہ نشین ہو گئے جب تبلیغ شروع کی تو وہی ترک دنیا کرنے والوں اور بھکشوؤں کی جماعت بنائی۔ خود بھیک مانگی اور مریدوں کو بھی گداگری سکھائی۔ ترک خواہشات راس الفضائل تھی۔

حضرت عیسیٰ نے "اخلاق انفعالیہ" کا وعظ کہا اور پہاڑی خطبہ میں حلم و رافت کا وہ سبق پڑھایا جو عملی دنیا میں ناممکن العمل ہے۔

یہ چند نمونے ہیں مذہبیت اور اخلاقیت کے جو افراط و تفریط سے خالی نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ بعض انسان ہوا میں قلعہ بناتے ہوئے آسمان پر جا بیٹھے اور بعض سوسائٹی کو چھوڑ کر غاروں میں جا چھپے سوسائٹی کے کام نہ آئے۔ مدنیت کو نقصان پہنچا۔

اب سرور عالم اور اسوۂ حسنہ کی زندگی کو دیکھیے کہ کس سرگرمی سے روزانہ زندگی کے فرائض، انفرادی، خانگی، سیاسی اور مجلسی ادا کیے جاتے ہیں کہیں مسجد نبوی کی تعمیر اور کہیں خندق کھودتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے اور بازار سے سودا سلف لاتے، کہیں سپہ سالار ہیں اور کہیں قافلہ سالار اور انہیں فرائض روزمرہ میں تبلیغ رسالات اور اعلیٰ نصب العین کی تحصیل یہ تھا وہ قابل تقلید نمونہ جس نے جماعت میں صدیقی ایثار، فاروقی حمیت عثمانی تقویٰ اور علوی شجاعت پیدا کی۔ آسمان پر بیٹھنے سے اور غار میں چھپنے سے اعلیٰ فرائض انسانیت نہیں ادا کیے جا سکتے۔ آسمانیوں کو

انسان بننے کے لیے آسمان سے اترنا اور راہبوں کو آدمیت حاصل کرنے کے لیے غار سے نکلنا چاہیئے ورنہ نظام سوسائٹی درہم برہم ہوجائیگا یہی متوسط نمونہ واصل حق اور شامل مخلوق کا۔ نماز جماعت کی تاکید ان آسمانی اور غاری دونوں قسم کی زندگیوں کی تردید کرتی ہے۔

جسم وجان دونوں کی خبر گیری کرنا چاہیئے کہ صحیح جسم میں صحیح دل ہوتا ہے اعتدال قوی جسمانی اعتدال روحانیت پیدا کرتا ہے۔ اور اخلاقی زندگی کے لیے دونوں کی ضرورت ہے۔

سب سے اخیر مگر سب سے مقدم یہ نکتہ ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ امت وسطیٰ کا اصل اعظم ہے "توحید"، توحید کا بیان مختلف پیرایوں اور بلیغ اسلوبوں میں کیا گیا ہے توحید کی ضد ہے "شرک"، "توحید میں افراط ایک اعتبار سے ہے" وحدت الوجود اس غلو نے کہ کائنات میں صرف ایک وجود ہے اور باقی وہم وخیال قوائے عمل شل کردیئے۔ انسان ذمہ داریوں سے بری ہوگیا اور اخلاقی زندگی کے خون ناحق کا مجرم۔ یہ ہے توحید میں فلسفیانہ غلو۔ اور دوسری طرف تفریط ہے "اشیاء پرستی"، جو ابتدائی انسانوں میں بوجہ بیم وامید جاری تھی۔ غور کرو کہ ایک طرف فلسفیانہ بلند پروازی اور دوسری طرف جاہلانہ خاکساری نے دونوں کے ڈانڈے ملادیئے ایک طرف ہے "ہمہ اوست"، اور دوسری طرف ہمہ معبود۔

پس قربان ہوجایئے نبی کریم کے جنہوں نے خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کا عاقلانہ تصور دنیا وجہان کے سامنے پیش کیا۔ "واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا" یہ ہیں معنی یکون الرسول علیکم شہیدا کے۔

قوم میں تین طبقہ ہوتے ہیں، امراء، متوسط اور غرباء۔

امرا کا یہ حال ہے کہ "چو اندر نعمتی مغرور و غافل" اور غربا کی یہ حالت کہ
"چو اندر تنگدستی خستہ و ریش"
چو در سراء و ضراء حالت اینست — ندانم کے بحق پردازی از خویش
جب امرا اور غربا کی یہ حالت ہے تو باقی رہ گیا طبقہ متوسط۔ جو امرا کو سطح
انسانیت پر اتارتا ہے اور غربا کو سطح انسانیت کی طرف ابھارتا ہے۔
طبقہ متوسط کے پیدا کرنے اور اس کے قیام کے لیے ارشاد ہے کہ دولت
دنیا میں ہی چکر نہ لگاتی رہے۔ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم
اور یہ بھی ارشاد ہے کہ انسان کو محنت کرنا چاہیئے لقد خلقنا
الانسان فی کبد زکوٰۃ اہل نصاب پر لازم ہے تاکہ اشتراکیت قائم رہے۔ ایک طرف
سرمایہ دار آسمان پر چڑھ جائیں اور دوسری طرف مزدوروں کی جماعت
پاؤں تلے نہ روندی جائے ہر ایک انسان اپنے وسیع یا محدود دائرہ میں اپنے
قوائے فطرتی کی نشو ونما سے محروم نہ رہے۔
یونانی تباہ ہوئے کہ اُن میں غلاموں اور پیشہ وروں کی کوئی وقعت
نہ تھی۔ نظام ریاست میں اُنکو کوئی جگہ نہ دی گئی حقوق شہریت سے وہ لوگ محروم
تے محض ایک آلہ کی حیثیت رکھتے تھے جن سے امرا اپنی حسب مرضی کام لیتے
تھے۔
رومانی تباہ ہوئے کہ انکے ہاں امرا اور غربا کے دو طبقے تھے غربا کی
کوئی حیثیت تسلیم نہ کی گئی۔
یونانیوں اور رومانیوں نے جب مسیحیت قبول کی تو پھر پوپ پڑی کہ
بشپ اور پادریوں کی ایک جماعت اور اُن کے مقابلہ میں باقی تمام افراد ملک
کی وہی حیثیت تھی جو یونانیوں اور رومانیوں میں غلاموں اور پیشہ وروں کی

ہندوستان میں بھی یہی حالت تھی کہ کوئی پیدائشی آقا اور کوئی پیدائشی "شودر" طبقہ متوسط کا وجود نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ قومیں تباہ ہوگئیں۔

قوم میں جو کام طبقہ متوسط کرتا ہے وہی کام اقوام میں "امت وسطیٰ" انجام دیتی ہے۔ قوم میں متوسط طبقہ شائستگی و تہذیب کا ضامن ہے اقوام میں "امت وسطی" کے نمونے اور نظریات مہذب شائستہ بنتی ہیں۔

جب فرنگستان محاربات صلیبی میں "امت وسطی" کے مقابلہ میں آیا تو ان میں طبقہ متوسط نہ تھا، ایک طرف امرا جاگیردار تھے "فیوڈل سسٹم" نظام جاگیرداری ان میں رائج تھا۔ دوسری طرف بیچارے غریب کاشتکار تھے جو جاگیرداروں کے قبضہ میں محض ایک آلہ کا کام دیتے تھے ان لڑائیوں میں جو اڑھائی سو سال تک ہوتی رہیں فرنگستان ناکام رہا مگر اس قدر کامیاب ہوگیا کہ "امت وسطی" کے نمونہ پر ان میں ایک طبقہ متوسط پیدا ہوا جس سے فیوڈل سسٹم نابود ہوگیا۔ اور "احیاء العلوم" (Renaissance) کی تحریک اٹلی اور مضافات اٹلی سے شروع ہوئی جس پر لوتھر کی "اصلاح مذہبی" Reformation کا آغاز ہوا اور بالآخر فرنگستان پوپ کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا۔

ادھر ہندوستان میں "امت وسطیٰ" کے نمونے سے شینکر اچاریہ رامانج، راماننند، بھگت کبیر شمالی ہند میں اور چیتن بنگال میں اور جس زمانہ میں جب لوتھر فرنگستان میں اصلاح مذہبی میں مصروف تھا پنجاب میں گرو نانک پیدا ہوئے۔

فرنگستان میں اندلس (ہسپانیہ) کا ہمسایہ تھا فرانس۔ فرانس نے

امت وسطیٰ کے فیضان سے سب سے اول فرنگستان میں علم جمہوریت بلند کیا اور آزادی، مساوات، اور اخوت سے جو ہلا میوں، کی خانہ زاد ہیں بہرہ مند ہوا - فرانسیسی زبان پر بھی عربیت نے اثر ڈالا اور فرانسیسی زبان فرنگستان میں شیریں کہلائی۔

ادھر ایران جو کلیتاً مشرف باسلام ہوا ایشیا میں اس کی زبان عربیت کے اختلاط سے سب بانوں میں شیریں ٹھیری مجوسی جنہوں نے اسلام قبول کیا انکی اولاد میں علماء وفضلا اور ائمہ کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہوا جن کے کارنامے ابدالآباد خراج تحسین زصول کرتے رہیں گے۔

یہ ہیں معنی شہدا علی الناس،، کے۔

سب سے اخیر مگر سب سے مقدم یہ یاد رہے کہ جسم میں اعتدال قیام صحت ہے اور روح میں اعتدال رحمت ہے یہی وہ اعتدال یا توسط ہے جس پر صحت جسمانی اور روحانی مبنی ہے اور یہی وہ اعتدال و توسط ہے جس پر اسلامی تعلیم میں بڑا زور دیا گیا ہے۔

بگذشت در میانہ روی عمر ما تمام　　　تا از پل صراط ہمیں جا گزشتہ ایم

تصوریت اور مادیت کے بین بین " امت وسطیٰ " نے روحانیت کا تسلط قائم کرتے ہوئے جسمانیت کو یکسر فنا نہیں کیا۔ ہاں عالم اخلاق میں خودغرضانہ جذبات کو عدالت کے ماتحت کر کے اُن میں وہ ایثار اور اخلاص پیدا کیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

اب ہم " امت وسطیٰ ،، کی خصوصیت حکما کے نظام اخلاقیات کی بنا پر بتلا چکے ہیں اور دکھلاتے ہیں کہ اسی بارہ میں بھی " امت وسطے ،، کا نظام اخلاق مطابق فطرت اور سب نظامات سے اول درجہ پر ہے۔

قدما میں سقراط "افادی" تھا افعال کا حسن و قبح فائدہ کے لحاظ سے دیکھا جاتا تھا اخلاص و فرض کی قطعیت کا خواہ فائدہ ہو یا نقصان اس کے نظام میں دخل نہ تھا اس کے جانشینوں میں افلاطون جو "اشراقیین" کا سرگروہ ہے تصوریت (آئیڈل ازم) کا دلدادہ تھا جس کے نمونے پر اشراقیت جدید پیدا ہوئی جو رہبانیت کا مولد و منشا ہے۔

ارسطو جو "مشائین" کا قافلہ سالار ہے "افادی" اور "عقلیت" کا

واضع ہے۔

زینو جو حکماء "رواقیین" کا ابوالآباء ہے ادراک میں غالی اور جذبات کشی کا منادی تھا۔ رواقیین میں جو خشک زاہد ہوئے وہ کلبیین کہلائے۔

زینو کے تھوڑے عرصہ بعد اپیکورس پیدا ہوا جس نے جذبات پروری کو ترقی دی اس کے متبعین لذتیین کہلائے۔

ہندوستان میں بدھ اور بدھ کے پیرو "کلبیین" کا نمونہ ہیں اور وام مارگی ہند میں اور مزدک ایران میں "لذتیین" کے قدم بقدم چلتے ہیں۔

رومانیوں میں رواقیین اور لذتیین دونوں قسم کے حکما پیدا ہوئے اور جب یونانی اور رومانی عیسائی ہو گئے تو ان میں مصریوں کی اشراقیت جدید اور "رواقیین" کی کلبیت نے نفوذ کیا چنانچہ عہد پاپائی میں "رہبانیت" یعنی جذبات کشی ام الفضائل قرار پائی۔ یہی وہ نمونہ ہے جو ہندوستان میں یوگیوں اور ویدانتیوں کی شکل میں جابجا دیکھنے میں آتا ہے۔

ان نظامات اخلاق میں کہیں ادراک یعنی جذبات کشی کا غلو ہے اور کہیں جذبات پروری راس الفضائل ہے افراط و تفریط کا دور دورہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان بزرگواروں میں (اپنی اپنی رجحان طبائع کے مطابق) کسی نے ادراک

کا پتہ بہارہی کر دیا اور کسی نے جذبات کا۔ یہ نہ سمجھا کہ فطرت انسانی مرکب ہے ادراک و جذبات دونوں سے جسم بھی ہے جان بھی ہے خواہشات بھی ہیں الفت بھی ہے اور محبت بھی۔

اللہ اکبر یہ شرف خاتم انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصے میں آیا کہ

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ

فطرت اللہ میں نہیں تبدیل سنت اللہ میں نہیں تحویل

لا تجد لسنۃ اللہ تحویلا

اخلاق کی بنیاد فطرت انسانی پر رکھی اور ادراک و جذبات دونوں کی تعدیل سے وہ نظام اخلاق مرتب کیا جو دنیا کی رہنمائی کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

ایمان یا فرض شناسی کے ساتھ ساتھ وہ قطعیت ہے جس سے وجوب عمل پیدا ہوا علم اس سے کہ اس عمل پیرائی میں نفع ہے یا نقصان۔ یہ ہیں معنی آمنوا وعملوا الصالحات کے۔

سیاست کیا ہے۔ سوسائٹی کے اخلاق کی قانونی شکل۔ اقتصاد کیا ہے انسانی اخلاق کی صورت جبکہ وہ حیوانی جبلت سے جدا کر کے دیکھا جائے معاشرت حسنہ کیا ہے وہی سوسائٹی کے اخلاق کی تصویر۔ رواج اور کسی قوم کا دستور العمل بھی اس کے اخلاق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اخلاق فاضلہ کیا ہیں؟ وہی جنکا عدالت سرچشمہ ہے بس امت وسطی جو عدل کی محمل ہے سب امتوں سے افضل اور اکرم ہے اس کا تمدن سب تمدنوں پر غالب آیا مفتوحہ حیثیت میں بھی اس نے چنگیز خانیوں کو اپنے اندر جذب کر لیا یہ ہے وجہ تسمیہ امت وسطی۔ اب آثار دھندلے سے ہیں

گر از ماست کہ بر ماست

نہ قاعد ہیں نہ ہیں قائم نہ ساجد ہیں نہ ہیں راکع
نہ سر انداز یاں باقی نہ سر افراز یاں باقی
جمود عام ہے طاری نہیں تیزی دماغوں میں
نہ دل میں نرمیاں باقی نہ خوں میں گرمیاں باقی
مایوسی کو اسلام میں کوئی جگہ نہیں دی گئی
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

"امت وسطی" کا ایک ہی خدا رب العالمین، ایک ہی کتاب ذکری للعالمین ایک ہی رسول رحمۃ للعالمین اور ایک ہی قبلہ مرجع للعالمین ایسی امت جس کے عناصر ترکیبی ایک لازوال مقناطیسی جذب اپنے اندر رکھتے ہوں اور جس کی جڑیں فطرت انسانی کی تہ میں نصب ہوں جب تک انسان دنیا میں ہے نہیں مٹ سکتی۔

(۷)
امت وسطی کو اعتدال کی تعلیم

کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین
لا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی

امر تھا بالعدل والاحسان تب تھی ل — اور تھی ایتاء ذی القربی کی حد قربانیاں
تھی نہ جن قربانیوں کی روئے دنیا پر نظیر — مال کیا اولاد و جاں تک بھی کتنی نذر حق یہاں
ناہی منکر تھی گرینہی عن المنکر کی نہی — تھیں عدل و احسان کی تجلیاں

مظہر معروف و منکر ہیں جہاں میں عدل و ظلم　　　امر عدل و نہی میں ہے ظلم کی امن و اماں

امر و نہی سلطنت مبنی تھا جب قرآن پر
کون ہو سکتا تھا پھر دنیا میں اپنا ہمعناں

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ کیا تعلیم تھی جس نے "اخلاقی انتشار" سے "اخلاقی توازن" پیدا کیا۔ انفرادی ذمہ داری پیدا کی اور اس پر "اخلاق فاضلہ" کی بنیادیں قائم کیں۔

یونانیوں میں "فرد" کی ریاست سے الگ کوئی شخصیت نہ تھی اُن کے ہاں اخلاقی زندگی اور شہری زندگی دونوں مترادف تھیں۔ غلاموں صناعوں اور حرفتکاروں کا وجود محض اس لیے تھا کہ وہ ریاست میں ایک آلہ کا کام دیں اور اُنکے ساتھ عورات بھی ملکی حقوق سے محروم تھیں جیسے دیگر حیوانات سے کام لیا جاتا تھا ویسا ہی سلوک غلاموں اور پیشہ وروں کے ساتھ کیا جاتا تھا افلاطون اور ارسطو اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ کمزور اولاد قتل کی جاتی تھی چوری بھی سپارٹا والوں میں جائز تھی کہ دولت یکجا جمع نہ ہو جائے اور مردانہ صفات معدوم نہ ہو جائیں۔

رومانیوں کے ہاں "فرد" خاندان میں باپ کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ وہ پدرانہ حکومت میں (پیٹری آرکل گورنمنٹ) ایک چیز یا شے کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ باپ جس طرح چاہے اسے استعمال کرے، غلاموں اور عورتوں کی حالت بعینہٖ یونانیوں جیسی تھی۔

ہندوؤں میں مشترکہ خاندان کا رواج تھا اور کم و بیش کرتا خاندان وہی اختیارات استعمال کرتا تھا جو روما میں باپ۔

یہودیوں کی نظر میں غیر یہودیوں کی کوئی وقعت نہ تھی وہ کہتے تھے
نحن ابناء اللّٰہ و احباءہ ہمارے سوا ساری دنیا جہنم ہے ان کی بھی ایک
جماعت تھی اور فرد کا الگ وجود تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ ادعا یہ تھا کہ وہ ساری دنیا پر
غالب آئیں گے۔

جب یونانی اور رومانیوں نے مسیحی مذہب قبول کیا تو ہم کیا دیکھتے
ہیں کہ پاپائی اقتدار کے دور میں "پیٹری آرک" پوپ کے ماتحت ایک مطلق
العنان شخص ہے جس کے ہاتھ میں سیاہ و سفید کی باگ ہے پادریوں اور راہبوں
کے سوا تمام دنیا انکے مفاد کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

عرب میں جاہلیت کا عہد "شیخ قبیلہ" اور اس کے آگے تمام ممبران قبیلہ
کم و بیش وہی حیثیت رکھتے تھے جو دیگر اقوام میں سردار قبیلہ کے سامنے باقی
ممبران خاندان کی تھی۔

یہ شرف اسلام کو حاصل ہے کہ فرد کی علیحدہ شخصیت تسلیم کی گئی۔
"علیکم انفسکم" "لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" "من عمل فلنفسہ ومن اساء فعلیہ"
فرد کو ذمہ دار قرار دیا گیا۔ جلال افراد بڑھا اور ہر ایک شخص اپنے وسیع
یا محدود دائرہ میں شریک جمہوریت کیا گیا" وامرہم شوریٰ بینہم" ارشاد ہے
"وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ"!

جب "فرد" اس رتبہ پر فائز ہو گیا اور "اہلیت" کا سہرا اسکے سر باندھا
گیا تو معلوم ہوا کہ دنیا میں اخلاقی انتشار کیوں ہے کیوں فتنہ و فساد برپا ہے
انسان کیوں تنگدل اور تنگ خیال ہیں، ایک قوم دوسری قوم کو کیوں ملیچھ
وحشی یا بھیچی کا خطاب دیتی ہے۔
کھل گیا کہ اس انتشار کی تہ میں مفصلہ ذیل اسباب کام کر رہے ہیں۔

تعصبات مذہبی، تعصبات ملکی و وطنی، تعصبات علمی، تعصبات حسبی و نسبی اور تعصبات معاشرتی اور ان سب کی جڑ عدم مسالمت یا عدم رواداری ہے۔

ان تعصبات کو دور کرنے کے لیے اور روئے زمین پر رواداری کا تسلط قائم کرنے کے لیے افراد میں "قوت ارادی" کی توسیع وسعت نظر کشادہ دلی اور وسیع المشربی کی ضرورت ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ رحمۃ للعالمین کا مزاج مبارک ابتدائے طفولیت سے ہمدردانہ واقع ہوا۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے حلف الفضول ایسی انجمن قائم کرائی اور یہ وہی انجمن تھی جس نے حاجیوں کے متعلق حجاز کو امن و امان کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔

ہمیں معلوم ہے کہ اُن کی فطرت ایسی بلند واقع ہوئی تھی کہ وہ ہر ایک چیز کو جس سے ہمدردی کا دائرہ وسیع ہو جائے پسند فرماتے تھے۔ اور ہر ایک چیز کو جس سے ہمدردی اور مواسات کم ہو جائے یا کم ہو جانے کا احتمال تھا بنظر استحقار دیکھتے اور ناپسند فرماتے۔

ہمدردیوں کو وسعت دینے کے لیے اور تعصبات کو دور کرنے کے لیے ضرورت ہے اس بات کی کہ ایک فرد یا شخص کا عقیدہ یا یقین، یا ایک جماعت یا قوم کا عقیدہ یا یقین۔ دوسرے افراد یا اشخاص کی یا جماعت یا قوم کی جیسی کہ صورت ہو عقائد اور یقینیات کے ساتھ مصالحانہ اور مسامحانہ انداز اختیار کرے۔ اس مصلحانہ برتاؤ سے فریقانہ تعصبات اور مخاصمانہ تنازعات دور ہو جائیں باہمی تفہیم و تفہم سے ایک معتدل راستہ نکلے جس پر اشخاص اور اقوام گامزن ہوں۔ تربیت نفس اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہو۔ اور اس سے انسانیت کی تربیت کی جائے۔ اس کو ترقی دی جائے

ابھارا جائے، چمکایا جائے اور بالآخر یہاں تک پہنچایا جائے کہ ایک انسان اپنے ہمسایہ انسان کے اور ایک قوم دوسری قوم کے قالب میں ڈھل جائے دوسرے کا نقصان اپنا نقصان معلوم ہو۔

پیوستہ ہست سلسلہ موج با ہم   خود را شکست ہر کہ دل ما شکستہ ہست

آزادی، مساوات اور اخوت، "رواداری" کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں آؤ اب دیکھیں عدم رواداری اور تعصبات کس طرح دور کیے گئے اور اُن کی جگہ وسیع الخیالی اور وسیع المشربی کیونکر پیدا ہوئی۔ طبیعتوں میں فیاضی اور دلوں میں خلوص کیونکر پیدا ہوا کہ اعدا یکدگر اعضا یکدگر بن گئے۔

اب ہم سلسلہ وار تعصبات کو لیتے ہیں اور انکے ازالہ و دفیعہ پر اسلامی تعلیم سے استناد کرتے ہیں۔

---

(۱) تعصبات مذہبی

کہا گیا ہے اور شاید صحیح بھی ہے کہ دنیا میں سب مظالم مذہب کے نام پر توڑے گئے ہیں وجہ یہ ہے کہ عقائد کے اختلاف کے علاوہ نجات اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم کے بارے میں باہم مخاصمت اور منازعت جاری اور منافرت اور معاندت کا بازار گرم تھا۔ رہبر اعظم شہنشاہ امن و امان صلوات اللہ علیہ نے ان کا یوں سد باب کیا۔

وسعت دین "ان الحکم الا للہ، امر الا تعبدوا الا ایاہ ذالک دین القیمہ ولکن اکثر الناس"

دنیا میں خدا کی حکومت ہے اور حاکم کا حکم یہ ہے کہ اسی ایک وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کرو یہ ہے دین قیم۔ لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت

(القرآن)

کو نہیں سمجھتے۔

ایک خدا کے ماننے والوں کو کہا گیا یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اے اہل کتاب ہم ایک کلمہ پر جو تمہارے اور ہمارے ہاں یکساں ہی متفق ہو جائیں کہ ہم ایک خدا کی پرستش کریں اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھرائیں اور یہ کہ ہم میں کوئی کسی کو سوائے خدا کے ارباب نہ قرار دے۔

کافروں تک کو سورہ کافرون میں کہہ دیا گیا کہ "لکم دینکم ولی دین، سورہ کافرون رواداری کی اعلےٰ مثال ہو

اسلام شرک سے سخت بیزار ہی مگر ارشاد ہی کہ مسلمانوں تم مشرکوں کے بتوں کو برا نہ کہو کہ وہ تمہارے معبود کو برا کہیں گے۔

مشرکوں سے بھی حسن سلوک کی ہدائت ہی۔ تیرے والدین اگر مشرک ہیں تاہم ان کی اطاعت کر لیکن اگر وہ تجھے مشرک بنانا چاہیں تو فلا تطعہما،، ان کی اطاعت نہ کر۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی،، دین میں اکراہ نہیں ہدائت گمرہی سے متمیز ہوگئی۔ یہ مدنی ارشاد ہی جب تسلط اسلام قائم ہو چکا تھا۔ کسی کو جبراً مسلمان نہ بناؤ۔ صداقت اپنے اصلی جوہر کی وجہ سے ضلالت سے ممتاز نظر آئے گی۔

نجات عام اور دین وسیع ہی" ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون"۔

نجات عام کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں

ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین من آمن باللہ

والیوم الاخر وعمل صالحاً لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون،، مسلمان یہودی، نصرانی اور صابی جو خدا پر اور قیامت پر ایمان لائے اور اعمال نیک کیے نجات پائیں گے یہ آیہ کریمہ قرآن کریم میں تھوڑے تھوڑے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کئی جگہ آئی ہے۔

اگلے سب صحیفوں اور سب کتابوں کی تصدیق فرمائی جو اُن انبیا پر جنکے نام لیے گئے اور نیز" ما اوتی النبیون،، کہکر ان سب پیغمبروں کو بھی شامل کردیا گیا۔ جن کے نام نہیں لیے گئے اور اخیر میں ارشاد ہے" لانفرق بین احدٍ منہم،،

اور ایسا ہی سب نبیوں کی جن کے نام گنائے اور جنکے نام نہیں لیے تصدیق فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ کوئی امت روئے زمین پر ایسی نہیں جس میں نذیر یعنی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر

اور جس کی طرف ہادی یعنی پیغمبر نہ بھیجا گیا ہو" ولکل قوم ہاد،، ۹

تا نہ ہوں تنگدل یہ ہے ارشاد | پڑھیں مسلم لکل قوم ہاد
یہی اسلام کی ہے سیدہی راہ | کہ نہیں دین میں کوئی اکراہ

ارشاد ہے" لہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً" اسلام فطرت ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اُس سے منکر ہو اُسے اسلام قبول کرنا پڑے گا خواہ طوعاً و کرہاً کسی نے خوب کہا ہے ع۔

کافر تو انی شد نا چار مسلمان شوی

دین مسلم ہے اس قدر واسع | فطرت اللہ ہے جس قدر واسع
دین اسلام فطرت اللہ ہے | کیوں نہ کہدوں کہ سیرت اللہ ہے

سب دنیا مسلم ہی مگر افسوس ہے کہ ابھی تک بیشتر حصہ ناشکر گزار مسلم ہی بےشکر گزار کہلائیں گے جب رسول اکرم پہ ایمان لائیں گے۔

وسیع المشربی کی حد ہو گئی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کے معابد اور منادر کی حفاظت کو مسجدوں کی حفاظت پر مقدم رکھا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر خدائے قادر وقدیم ایک قوم کو دوسری قوم کی مقابلہ میں غالب نہ کرتا اور اندفاع ظالمین کے ذریعے امن قائم نہ کرتا تو یہودیوں عیسائیوں اور دیگر اقوام کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں گرائی جاتی۔

"لهدمت صوامع وبیع الخ"

(ب) تعصبات ملکی و وطنی حسبی ونسبی

ان تعصبات کا مختصر تذکرہ ہم کہیں اوپر کر آئے ہیں کہ اسلام کی قومیت وطن اور نسلی امتیازات کو اپنے اندر کوئی جگہ نہیں دیتی حسبی اور نسبی امتیازات تو قطعاً مٹا دیئے گئے ہاں "حب وطن" کے مفہوم میں اس قدر توسیع کر دی ہے کہ اسے "غائت" نہیں سمجھا صرف عالمگیر انسانیت کے حصول کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ بخلاف امم سابقہ کے کہ وہ حب وطن کو ایک "غائت" اور راس الفضائل سمجھتی تھیں۔

زمانہ قدیم میں سقراط ایک ایسا بزرگ تھا جو یہ کہا کرتا تھا کہ اس کا وطن یونان نہیں بلکہ ساری دنیا ہے مگر اس حکیم کو اس جرم کی پاداش میں عدالت کے فتوی سے زہر دیا گیا۔ افلاطون غلاموں اور حرفتکاروں کو سوسائیٹی اور سیاست میں کوئی حصہ نہیں دیتا اور شعرا کو ملک بدر کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے نصاب تعلیم میں غریبوں کے بچوں کے لیے کوئی جگہ نہیں نکالی۔

اس کے بعد ارسطو تو اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کا سارا نظام اخلاق اس امر پر مبنی ہے کہ یونانی اور غیر یونانی میں تفریق کی جائے۔ غیر ملکیوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے جو حیوانات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پروفیسر لیکی اپنی کتاب اخلاق یورپ میں بیان کرتے ہیں کہ جب یونان میں تنگ دلی اور تعصب وطنی کا یہ عالم تھا ایک فلاسفر اس جرم میں جلا وطن کیا گیا کہ وہ کہتا تھا کہ اس کی ہمدردیوں کا حلقہ یونان تک محدود نہیں بلکہ ساری دنیا پر محیط ہے۔

رومانی بھی یونانیوں کی طرح تمام غیر ملکیوں کو وحشی کہتے تھے۔ یونانیوں میں "خواص"، رومانیوں میں "امرا"، کا وہی درجہ تھا جو ہندوؤں میں برہمنوں کا۔

یونانیوں اور رومانیوں کی ملکی تاریخ ایک طویل داستان ہے خواص اور عوام کے تنازعات کی۔ یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں کبھی متحد نہ ہوئیں سوائے ایک دفعہ کے کہ جب اُنھوں نے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔

ایتھنز اور سپارٹا میں وقتاً فوقتاً اسی طرح خانہ جنگیاں ہوتی رہیں جیسا کہ ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں میں دولت مند اور مفلسوں اور قرضخواہوں اور مقروضوں میں فسادات برپا ہے۔ مقنن سولن نے اُنکی اصلاح کرنا چاہی مگر اُس کی وفات پر پھر وہی جھگڑے عود کر آئے۔

حب وطن سے متعلق یاد رہے کہ "غرض" ہر ایک انسان میں موجود ہے اس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں "غرض" کو حاصل کرنا چاہیے مگر اس طور پر کہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو۔ اگر ایک شخص اپنی غرض حاصل کرنے کے لیے انصاف کو ملحوظ نہ رکھے اور دوسروں کو نقصان پہنچائے تو ایسی حصول غرض کو "خود غرضی" کہا جائیگا جسے مذموم قرار دیا گیا ہے۔

یہی خود غرضی جب افراد سے گذر کر قوم تک چلی جائے تو اسکا نام

عرف عام میں "حب وطن،، رکھا جاتا ہے۔ فرد کی حالت میں جب ہم نے دوسرے شخص کی حق تلفی کی تھی تو یہ ایک معیوب و مذموم چیز سمجھی گئی مگر جب قوم "حب وطن،، کے نشہ میں سرشار ہو کر دوسری قوم کو تباہ کر دیتی ہے تو اسے مستحسن سمجھا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ شخص کی حالت میں جس چیز کا نام ہم نے "خود غرضی،، رکھا تھا وہی چیز قوم کی حالت میں "حب وطن،، بن گئی۔ گویا خود غرضی کا دوسرا نام حب وطن ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ ملک ملک کے مقابلہ میں اور قومیں قوموں کے مقابلہ میں آئیں، اور اس قدر خونریزیاں، سفاکیاں اور بربریاں کی گئی کہ جنکے تصور کرنے سے انسان وحشی اور قومیں درندہ معلوم ہوتی ہیں۔

اسلام وطن پرستی کا مخالف نہیں وہ اسی صورت میں "وطنیت،، کی مخالفت کرتا ہے جبکہ عدل و انصاف سے کام نہ لیا جائے۔

افراد میں مقابلہ بھی ہے اور اشتراک عمل بھی۔ محبت و ہمدردی بھی ہے اور نفرت اور رقابت بھی۔ ترقی کے لیے باہمی مقابلہ اور تعامل کی ضرورت ہے اور ضرور ہے کہ اس مقابلہ میں اہل نااہل پر غالب آئے۔

لیکن حضور کی تعلیم اور امت وسطی کا دستور العمل یہ ہے کہ مقابلہ عادلانہ اور کریمانہ ہونا چاہیے۔ یہ ہمیشہ ملحوظ رہے کہ ہم اپنے ملک و وطن کی خدمت کرنے میں "انسانیت عامہ،، کی خدمت کر رہے ہیں اور صحیح معنوں میں یہ فرض خدمت ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے ملک کی خدمت میں "عالمگیر انسانیت،، کی خدمت مضمر نہ ہو۔

اسلام نے "حب وطن،، کے پرانے نقطہ نظر کو اسی عدل کے ماتحت لا کر اس درجہ وسیع کر دیا اور "حب اللہ،، کے ماتحت اسے ایسا عالمگیر بنا دیا

کہ یہی "حب وطن" ساری دنیا کی قوموں میں "انسانیت عامہ" حاصل کرنے کے لیے قائم مقام بنگئی۔

کہ وہ نقطہ دقیق ہے جہاں حب وطن اور حب اللہ کے ڈانڈے مل جاتے ہیں۔ اور دین قیم کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ یہی مفہوم نظم میں میں نے ایک قطعہ یوں بیان کیا تھا۔

ہندی ہیں یا رومی ہیں کہ یونانی — سب ہیں قید وطن کے زندانی

خود غرضی میں ہے حب شخصیت — قوم پرور میں حب قومیت

حب شخصی ہی ہے حب ما و من — حب قومی کا نام حب وطن

حب قومی کا ہے پر خطر منظر — جس کا جنگ فرنگ ہے مظہر

شخص دل تنگ قوم تنگ خیال — ایک کرتا ہے ایک کو پامال

دل شکن جنگ کے ہیں نظارے — بندگان غرض ہیں سارے

الغرض حب شخص و حب وطن — نوع انساں کے ہیں یہ دو دشمن

حب دنیا ہے ناصر دونوں کا — ظلم و بیداد کام دونوں کا

حب دنیا ہے دونوں کی محبوب — طلب جاہ دونوں کی مطلوب

تھی جب شخص میں جو "خود غرضی" — قوم میں جا کے بنگئی نیشنلٹی[1]

آہ ظلم آہ یہ بیداد — ایک آباد دوسرا برباد

تابع عدل دونوں ہیں محمود

تابع ظلم دونوں ہیں مردود

ہو گر الفت دونوں جذبوں میں تعدیل — نور عشق دین کی تکمیل

در ہم آرام کو کھٹکاتے ہیں — دار دیو ستم کو پاٹتے ہیں

دونوں جذبوں میں کرتے ہیں تعدیل — دین قیم کی ہوتی ہے تکمیل

[1] پیٹری آٹ ازم (حب وطن)

آتا ہے دور وحدت انساں — ختم ہو اختلافات این و آں
نور حق کا ظہور ہوتا ہے — وقت [illegible] پھر ہوتا ہے
چین ہے مصر ہے کہ ایران ہے — فیض اسلام سب پہ یکساں ہے
سکۂ وحدت کا اب بٹھاتے ہیں — قید شخص و وطن اٹھاتے ہیں
بندش ملک ہے نہ قید نسب — جھکے درگاہ ذو الجلال میں سب
پُر حکم ہے یہ آخری پیغام — "حب اللہ" کا نام ہے اسلام
"حب اللہ" بدایتِ اسلام — "حب اللہ" نہایت اسلام
حب اللہ حب آدم ہے — حب آدم فروغ عالم ہے
ہے یہی ایک مقصد اسلام — پھیلے دنیا میں اک خدا کا نام
ہے وہی ایک مبدءِ اعظم — بھائی بھائی ہیں سب بنی آدم
بھائیوں بھائیوں میں الفت ہو — عفو ہو رحم ہو محبت ہو
رحم و انصاف ہیں یہ دو جذبات — جن پہ مبنی نظام مخلوقات
گر نہیں عدل و رحم حیواں ہیں — ننگ آدم ہیں ننگ انساں ہیں
حب اللہ و حب پیغمبر — دین و دنیا میں ہیں یہ دو رہبر

طلب حق چلن ہے مسلم کا
دل مسلم وطن ہے مسلم کا

ذمیوں اور بین الاقوامی معاہدات اور سیاسی تعلقات میں معتدلانہ برتاؤ کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

(ج) تعصبات علمی

زمانہ قدیم میں تعلیم عام نہ تھی۔ ایران یونان ہندوستان میں جو حالت تھی اس کا ذکر ہم کر آئے ہیں کہ تعلیم خواص کے حصے میں آئی تھی اور عوام کو تعلیم حاصل

کرنے کی ممانعت تھی ہندوؤں میں اچھوت فرقے اور شودر تعلیم کا تو کیا ذکر ویدوں کے سننے کے بھی محروم تھے

جب دنیا میں مسیحیت پھیلی ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی پھیل گیا کہ حضرت آدم نے "درخت علم" کا پھل کھایا اور حوّا نے کھلایا اور وہ جنت سے نکالے گئے پھر کیا تھا عورتیں بے روح تصور کی گئیں اور تعلیم کی سخت ممانعت سولھویں صدی عیسوی کے آغاز تک اسی عقیدہ پر عمل درآمد رہا تا آنکہ لوتھر کی اصلاح شروع ہوئی۔

بہت سے علماء اور بہت سے حکما اور فلاسفہ قتل کئے گئے تفصیل موجب تطویل ہے۔ اسلام آیا اور تعلیم کو اپنے ساتھ لایا "رب زدنی علما" آیہ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" حدیث قران کریم اور احادیث میں علم کی فضیلت اور بمصداق "تخلقوا باخلاق اللہ" تعلیم واجب ہے۔

رب اسلام ہے علیم و حکیم — کیوں نہ مسلم پہ فرض ہو تعلیم

"اطلبوا" التجائے مسلم ہے — "رب زدنی" دعائے مسلم ہے

تھی یہ اسلامیوں کی فیروزی — علم و حکمت سے بہرہ اندوزی

ہے زمانہ کو یہ حقیقت یاد۔

کہ تھا مسلم جہان کا استاد

یہ استادانہ حیثیت بوجہ اس کے کہ مکہ معظمہ دنیا کا مرکز ہے۔ صدیوں تک مشرق اور مغرب میں اسلامیوں کو حاصل رہی۔ بغداد، قرطبہ اور سمرقند کی یونیورسٹیوں نے علم و فضل کے دریا بہائے جس سے مشرق و مغرب سیراب ہوا اور تہذیب و شائستگی امت وسطیٰ کے نمونے پر دنیا وجہان میں پھیلی۔ یہ سلسلہ لمبا ہے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اسلامیوں نے علم و حکمت کو مسلم

کی گم شدہ دولت قرار دیا جہاں سے ملی اٹھالی اور پھر اس دولت
کو بڑی فیاضی اور دریا دلی سے تقسیم کیا۔ اگر مسلمان نہ ہوتے تو افلاطون اور
ارسطو کا نام آج دنیا میں نہ ہوتا۔ یہ اسلامیوں کی علمی تشخیص ہے کہ ارسطو
انکی علمی تاریخ میں "معلم اول" کے معزز خطاب سے ممتاز ہے۔ غیر مسلموں کے
علمی عہدے دربار عباسیہ میں مشہور نام تھا۔

(د) تعلیمات معاشری

اسلامیوں میں کوئی اچھوت نہیں کوئی شودر نہیں کوئی عوام میں داخل نہیں
مساوات اخوت پر حضور کے بت پرست عیسائیوں کو مسجد نبوی میں
جگہ دی۔ ہرقل کا بھیجا ہوا جبہ پہنا۔ اہل کتاب کا طعام جائز قرار دیا۔ غیر
مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور مراعات کی تعلیم دی جس کی شہادت قولوا للناس
حسنا" "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" "واذا مروا باللغو مروا كراما"
قرآن کریم میں جابجا حسن معاشرت کی تاکید ہے
خلفاء عباسیہ نے بقول مولانا شبلی عیسائیوں کی تعلیم و تربیت سرکاری
یہ ہے وہ معتدلانہ تعلیم جس نے نظام قوم میں ہر ایک فرد سے اعضاء
جسمانی کی طرح تمام جمعیت میں مخصوص خدمت لی۔ علماء کو علم امراء کو مال غرباء
کی محنت اور صنعتگری دی۔ ایک مشترکہ نصب العین کے حصول میں اتفاق
میں معاون ہوئی۔
یہ ہے وہ فیاضانہ تعلیم جس نے افراد میں "اہلیت" اور قوم میں
"جمعیت" پیدا کی۔
یہ ہے وہ مبارک اور عاقلانہ تعلیم جس نے زندگی کے ہر شعبہ سے
متعلق خواہ وہ مذہبی ہو یا ملکی یا معاشری رجحانات اور میلانات کو زیر

نظر رکھتے ہوئے "قوت ارادی" کو وسعت دی اور باہمی تفہیم تفہیم سے ماحول کو خوشگوار بنایا پھر اس "اندروں" اور اس "بیروں" نے انسان کو انسان سے قوم کو قوم سے اور قوموں کو قوموں سے اس طرح پر ملایا کہ منافرت ، کشیدگی اور باہمی استحقار دور ہوا۔ وہ وقت دور نہیں کہ جب دنیا کی انسانیت متحدہ کی سطح ہموار سے ہم یہ دلنواز ترانہ سنیں گے

بعد ازیں نور بآفاق دہیم از دل خویش　　　　که بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

یہ اصول میں اتحاد، فروع میں آزادی اور معاشرت میں رواداری کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی جو رہبر اعظم کے طفیل اسلامیوں کے حصہ میں آئی اور ان کی وساطت سے جہانیوں میں پھیلی۔

بعض متعصب مورخوں نے یہ بہتان عظیم اسلام کے سر تھوپا ہے کہ وہ بزور شمشیر پھیلا۔ ہم پوچھتے ہیں، چنگیز خانی کیوں مسلمان ہو گئے، چین میں جہاں مسلمانوں نے ایک دن بھی حکومت نہیں کی کیوں ساری دنیا سے زیادہ مسلمان ہیں اسکا جواب واقعات کی روشنی میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ شمشیر تھی ۔ عدالت و انصاف کی ۔ صداقت و راستبازی کی ، اور اس اعلیٰ اور ارفع نظام اخلاق کی جو اعمال کے ذریعہ دلوں کو آناً فاناً مسخر کر لیتا ہے۔

عدل سے صلہ رحم مودت قربیٰ ۔ محبت جوار ، مراعات شہر اور معاشرہ بلاد کیونکر مترتب ہوئی ۔ اور عدل نے فیاضی اور ایثار کی صورت کس طرح قبول کی یہ وہ حقائق ہیں جو آیہ کریمہ "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ" پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتے ہیں ہم یہاں اعتدال اور میانہ روی سے متعلق چند اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔

"تحکموا بین الناس بالعدل" اس آیۂ شریفہ میں بین الناس پر زور دیا گیا ہے
انصاف کے ساتھ فیصلہ بین المسلمین نہیں بلکہ بین الناس ہونا چاہئے۔
"کلوا واشربوا ولا تسرفوا" کھاؤ پیو اور اسراف یعنی بے اعتدالی نہ کرو
"ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا"
بخل کرو اور نہ پہلے درجے کا اسراف ورنہ ملوم اور محسور ٹھیرو گے ملامت اور
حسرت انجام ہوگا "ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن
تبلغ الجبال طولا" رفتار میں میانہ روی "ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا
وابتغ بین ذالک سبیلا" نماز نہ بلند آواز پڑھو نہ خفیہ آواز سے بلکہ بین بین سبیل
اختیار کرو۔

غرضکہ میانہ روی کے متعلق قرآن حکیم میں جابجا تصریحات موجود ہیں
اعتدال اور میانہ روی امت وسطیٰ کا طرۂ امتیاز ہے۔ ابن یمین

اوسط کارہا نگہ میدار — نہ ضعیفی و نے تہور کن
نہ چو طاؤس مجلس آرا شو — نہ بویراں وطن چو کنگر کن

بشنو از من تا نمانم در معیشت راہ راست — سنت ابن یمین باید بجا آوردنت
از در افراط و از تفریط بودن محترز — بر طریق اعتدال آہنگ باید کردنت

کنارہ گرد خطرہا بیکراں دارد — میانہ رو، ز دو جانب نگہبان دارد

خیر الامور اوساطہا

قرآن کریم کی تلاوت کرو۔ قرآن حکیم سے نصاب
اخلاق مرتب کرو۔ کلمہ باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم

تو کریم اور وسیع النظری سے تنگ خیالی دور ہو جائے۔

(۸)

خلاصہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن (الآیۃ)

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (حدیث)

نعت

در وجودش ہمہ اوصافِ الٰہی پنہاں	در شہودش ہمہ اخلاقِ خدا جلوہ کناں

اے آنکہ شد از طفلیت آدم پیدا	گشت از سبب تو حج اعظم پیدا
نور تو نگنجید چو در یک عالم	بہر تو خدا کرد دو عالم پیدا

(جامی)

گشتیم جہاں را کہ بہ بینیم و ندیدیم	مثل تو کسے را کہ بود میر قبائل

نمیدانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم	بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو	محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

اے عربی نسب و امی لقب	بندہ تو ہم عجم و ہم عرب
تیغ عرب را نہ کہ فصاحت ترا ست	صید عجم کن کہ ملاحت ترا ست

جہاں کی بزم میں جب لیکے تو ام الکتاب آیا	گئے ایام طفلی نوع انساں کا شباب آیا

وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر" آخر
محمدؐ ہی محمدؐ ہیں نذیر انس و جاں باقی

صدائے دلنواز اشہد ان لا الٰہ سے
عیاں ہے دعوت پیغمبر آخر زماں باقی

بہ قسمت خوشا طالع کہ یہ تکمیل دین حق
ترے حصے میں تھی اے خاتم پیغمبراں باقی

بتایا ربط جسم و جاں، بڑھایا رتبۂ انساں
رہیگا تیرا قرآن رہنمائے انس و جاں باقی

[illegible] تعلیم ہے شہ او یان دینوں میں
تو ہی شاہان عالم میں شہ شاہنشہاں باقی

نہ تھا بن کو نہ موسیٰ کو، نہ گوتم کو نہ عیسیٰ کو
میسر تھی یہ تعدیل تو اے جسم و جاں باقی

یا دنیا میں گرا افراط و گہ تفریط کا دورہ
فضائل میں تو ہی یکتا نہ کون و مکاں باقی

گل توحید قرآن سے معطر ہے مشام جاں
رہیگی باغ احمدؐ میں بہار بے خزاں باقی

قدمین کرام اگر اس تذکار مبارک میں ہمارا ساتھ دینگے تو وہ جن نتائج پر پہنچیں گے انہیں ہم مختصاً سع ذیل کرتے ہیں۔

عالم جوانی

۲۵ تا ۴۰ سنہ

صدوق ہیں۔ امین ہیں۔ تاجر ہیں۔ تبعلق تجارت سفر شام ہے وہاں و تمدن یا یوں کہیے کہ دو سلطنتوں کی رسہ شت ہے۔ خونریزی ہے۔ سفاکی ہے۔ جدال و قتال ہے ایک طرف آتش پرستی تو دوسری طرف صلیب پرستی ہے۔ مجوسی ایرانیوں کو عیسائی نصرانیوں کو زبردستی صلیب پرستی اور آتش پرستی پر مجبور کر رہے ہیں۔ نہ کوئی آئین ہے نہ ضابطہ۔ قیصر و کسریٰ اپنی اپنی جگہ مطلق العنان ہیں۔ رعایا مظلوم ہے بیکس ہے۔ آئے دن کے ٹیکسوں سے تنگ آ رہی ہے۔

دنیا میں اس وقت یہ دو سلطنتیں روئے زمین کی تہذیب و شائستگی کا نمونہ تھیں رومانی، یونانی، اور مصری لوگ مسیحی دین قبول کر چکے تھے اور دوسری طرف ایران ایشیا کی تہذیب کا قائم مقام تھا۔ مذہبا دونوں تمدنوں پر شرک کا تسلط تھا۔

حضورؐ والا کے تعلقات میں اس چالیس سالہ عمر کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ صادق تھے امین تھے۔ صداقت سے اعتبار بڑھا اور اعتبار سے مال ملا۔ مال سے فراغ خاطر حاصل ہوا۔ اور فراغ خاطر سے حضورِ قلب حضورِ قلب سے نورِ نبوت جو اُن کی فطرتِ عالیہ میں ودیعت تھا چمک اُٹھا۔ اور ساری دنیا کو چمکا گیا۔ عمر مبارک چالیس سال تھی جو میانہ درجہ زندگی کا ہے نہ جوشِ جوانی اور نہ انحطاطِ پیری۔ جو بانیٔ امتِ وسطےٰ کی شایانِ شان تھا۔

مکی زندگی

سنہ نبوت سنہ ۶۱۰ع

مبعوث ہوئے مامور ہوئے۔ بارگاہ خداوندی سے فرمان نازل ہوا کہ "قل ھو اللہ احد"، "لا الٰہ الا اللہ"۔ اس دعوت پر چند سابقین نے اسلام قبول کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تیرہ برس میں صرف تین سو آدمی مشرف باسلام ہوئے۔

ان تین سو نفوس میں ہر ایک مبلغ حق تھا اور یہی انکو ہدایت تھی کہ "وتواصوا بالحق"۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرو۔ اس پر مزاحمتیں ہیں کاوشیں ہیں ایذائیں ہیں تکلیفوں پر تکلیفیں اور مصیبتوں پر مصیبتیں۔ ذات والا اور

متقدین پر نازل ہوتی ہیں اور فدائیان حق جان سے بھی مارے گئے۔
بس پہ ہجرت اول حبشہ کا حکم۔ پھر بیعت اول عقبہ اور بعد ازاں بیعت ثانی
عقبہ اور آخر نبوت کے تیرہویں سال ہجرت مدینہ۔ ان تکالیف شاقہ
اور مصائب جانفرسا کا جواب یہ تھا "وتواصوا بالصبر" صبر و شکیب
اور بس۔

غرضکہ مکی زندگی ہمہ صبر و تحمل کی، ثبات و استقلال کی، عزم و استقامت
کی اور امتحان ہیں اگر امید کی جھلک تھی تو وہ یہ کہ "کلمۃ اللہ ہی العلیا" خدا نے
اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ اس کا رسول انجام کار غالب آئیگا۔

مدنی زندگی

سنہ ۱ھ تا سنہ ۱۱ھ

جماعت بڑھی۔ نماز جماعت پنجوقتہ ہیں عہد مواخات تازہ ہوا مسلمات
ہے مواخات ہے، معاملات ہیں، معاہدات ہیں سیاست ہے تدبر ہے
فراست ہے، عاقلانہ مدافعت ہے، مدافعانہ غزوات ہیں، صلح حدیبیہ سنہ ۶ھ
ہے، فتح مکہ سنہ ۸ھ ہے۔ غالب آکر مغلوب دشمنوں کے ساتھ عفو و درگذر
اور تالیف قلوب سنہ ۹ھ عیسائیوں اور دیگر اقوام عرب کے وفود
اور ان سے باہمی معاشرتیں، روادارانہ اور فیاضانہ سلوک۔
سنہ ۱۰ھ حجۃ البلاغ ہے اور تکمیل دین کا اعلان جسے تمام عرب نے
ہمہ تن گوش ہو کر اور ان کی وساطت سے تمام دنیا نے سنا۔
اللہ اکبر! جماعت کیسی عظیم الشان جس کا خدا ایک کتاب ایک
رسول ایک اور قبلہ ایک۔ نصب العین سب کا توحید، لا الہ الا اللہ۔

تمام امیدوں اور تمام آرزوں کا مرکز اعلائے کلمۃ الحق۔ پھر کون تھا جو اس
جماعت الہیہ کا مقابل ہو سکے " انتم الاعلون ان کنتم مومنین "۔ اور
یہ مرکزیت ان الی ربک المنتہی۔ ذلک لا انزال پر منتہی ہوتی ہے۔ یہ
اخلاقی اور مذہبی مرکزیت اسلامی کا مقصد ہے

یہ تو عمر کی اخرجت للناس۔ خیر امت ہے صفات الہیہ سے
متخلق ہوئی اور پھر ساری دنیا کو اپنے سانچے میں ڈھال لیا۔ دونوں سلطنتوں
اور دونوں تمدنوں پر غالب آئی جمشید شدادی سے لیکر یزدجرد تک
جو ہزار ہا سال سے ایرانی سلطنت قائم تھی اور رومانی سلطنت جو
تیرہ سو سال سے برسر اقتدار تھی سات سال کے قلیل عرصہ میں امت
وسطی ،، کے زیر نگیں ہو گئی۔ دنیا کے تمام معلومہ اور متمدن ممالک پر سو سال
میں غالب آئی اور اپنے نمونے پر تہذیب و شائستگی سے دنیا کو
مالا مال کر دیا۔

بحر الکاہل سے لیکر بحر اوقیانوس تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

کیا تاریخ ہمیں ایسے اولوالعزم، عالی ہمت و فیاض رئیس جمہور یہ
(پریزیڈنٹ) کا پتہ دے سکتی ہے جو حضرت فاروق اعظم کے ہم پلہ ہو دنیا
مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اقتصادی اور معاشری اعتبار سے از سر نو
زندہ ہوئی۔ دور مشرکانہ میں کوئی مذہب کسی مستقل عقیدہ پر قائم نہ تھا
گو مذہب کا تخم فطرت انسان میں موجود تھا مگر واقعی اور عملی طور پر اسکے
کوئی آثار نمایاں نہ تھے۔
توحید تھی اور انبیاء نے اسے پھیلانا بھی چاہا مگر ہر زمانہ اس کا

نام ونشان نہ پایا تھا اور یہی حال اخلاق فاضلہ کا تھا۔ سیاست، اقتصاد اور معاشرت سوسائٹی کی اخلاقی زندگی کا عکس ہے جب اخلاق حسنہ معدوم تو پھر ان زندگیوں کا بھی پتہ نہ تھا۔

حضورؐ والا نے مذہب کی بنیاد توحید کی مضبوط چٹان پر رکھی اور اس اصل اعظم سے ایک طرف "مساوات وعدل" جسمانیات میں اور دوسری طرف "اخلاص وتقویٰ" روحانیات میں پیدا ہوئی جنہوں نے متمم مکارم اخلاق کے طفیل ایک قوت تنظیم کے ساتھ وہ نظام اخلاق مرتب کیا جو افراط وتفریط سے مبرا اور تمام حکما قدیم کے نظامات اخلاق کو جو افراط وتفریط سے خالی نہ تھے منسوخ کر گیا۔

ایک ہدایت نامہ ازلی ابدی نازل ہوا جو ابدالآباد تک رہنمائی کرتا رہیگا۔ اور جس کے متبعین میں وہ صلاحیت ہے جو کسی دوسری امت کے پیرؤوں میں نہیں۔

اس کتاب پاک میں رسول مقبول کو "عبدہ، انا بشر" کا خطاب دیا گیا ہے اس میں جو حکمت ہے وہ یہ ہے کہ توحید خالص ہے دنیا پیغمبر پرست یا پیغمبروں کے مزار کی تعظیم نہ شروع کر دے اور ساتھ ہی نمونہ فوق البشر نہ ہو جس سے نیک کاموں کی ترغیب تحریص نہیں ہو سکتی۔

انسان کو حضیض ذلت سے نکال کر مسند احسن تقویم پر بٹھایا، تربیت نفس اور حرمت نفس پیدا کی جس سے افراد ذمہ دار بنے اور اخلاقی بنیادیں استوار ہوئیں۔ افراد کی اہلیت ... سے اقوام میں جمعیت ... پیدا ہوئی

کل مادی دنیا میں جسم انسان اشرف ہے اور جسم انسان میں روح سب سے افضل ہے۔ ساری دنیا جسم انسان کے لیے ہے اور جسم روح کے لیے

انسان کی عظمت، انسان کی قابلیت اس کے حواس ظاہری اور باطنی اس کی قوت خیال، قوت فکر، قوت عقل، اس کی غیر محدود طاقت، اس کے اعمال و افعال، اس کا طرز استدلال، اور اس کی روحانی قوتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس ہدایت نامہ میں معجز نما طریق پر ارشاد فرمایا کہ کیا یہ سب کچھ اس لیے ہے اور کیا یہ انسان اور پھر ایسا باعظمت انسان عدم سے اس لیے وجود میں آیا ہے کہ باقی اشیاء کائنات کی طرح فنا ہو جائے اور مر کے پیچھے نسیاً منسیاً ہو جائے۔ نہیں ہرگز نہیں وہ خدا کی طرف سے دنیا میں آیا ہے اور خدا کی طرف لوٹایا جائیگا۔ اس کی اخلاقی اور روحانی زندگی مرنے کے بعد بھی قائم رہیگی تا آنکہ وہ ترقی کرتا کرتا مقرب خدا اور لقاء ربی سے بہرہ یاب ہو جائے اور یہی تقرب مذہبی اور اخلاقی زندگی کا ضروری عنصر ہے۔ اس کی روح عالم برزخ میں طبقاً عن طبقٍ ترقی کرتی رہیگی۔

افحسبتم انما خلقناکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون ٥

مختصر یہ کہ "اندروں" یعنی ضمیر کو صاف کیا اور "بیروں" یعنی ماحول کو خوشگوار بنایا پھر امت وسطیٰ کے اندروں اور بیروں نے دنیا کو فضائل کی دولت سے مالامال کر دیا۔

قرآن کریم کا آغاز ہے "الحمد للہ رب العالمین"

سورہ اخیر کا آغاز ہے "قل اعوذ برب الناس"

تربیت عالمین ربوبیت عامہ سے شروع ہوئی وہ تربیت ناس پہ ختم جو اینکہ تربیت خاصہ ہے۔

اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان جس کو خاص طور پر خاص رتبہ عطا کرکے اس کی تربیت خاصہ کی ہے ہمیشہ فرماں بردار اور شکر گزار رہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اس طریق تربیت سے یہ نکتہ حل ہو جاتا ہے کہ انسان کی تکمیل مقصود آخری ہے۔ دین کی تکمیل ہو گئی اور انسان "فادخلی فی عبادی" کا مصداق بنگیا۔

کیا میں غیر مسلم دنیا سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ ایسے رؤف ایسے رحیم اور ایسے محسن کے شکر گزار نہ ہوں گے۔ جنہوں نے انسان کو انسان بنایا اور بالآخر رتبہ نیابت اور خلافت پر ممتاز فرمایا۔

کیا اُن کے شکر گزار دلوں سے باعتراف احسان یہ کلمہ نہ نکلے گا کہ "لا الہ الا اللہ" کے صداقت قائم کرنے والے "محمد رسول اللہ" ہیں اور انھوں نے وہی پیغام صداقت التیام پہنچایا جس پر وہ مامور ہوئے کہ "وہی ایک ذات وحدہ لاشریک لہ قابل پرستش ہے"

کیا تاریخ عالم کبھی ایسے انسان کا پتہ دے سکتی ہے جس نے یکہ و تنہا یتیمی، بیکسی اور بے بسی کے عالم میں ایسے پر آشوب، ضلالت انگیز زمانے میں جبکہ انسانیت ہر ایک اعتبار سے فنا ہو چکی تھی اصلاح دنیا کا بیڑا اُٹھایا اور پھر ہر ایک لحاظ سے کامیابی حاصل کی۔

ہمیں بتایا جائے کہ محمد عربی سے پہلے وہ کون انسان تھا جس نے "بیرونی طاقت" کی مشرکانہ عبادت چھڑائی اور "اندرونی طاقت" کی عاقلانہ پرستش سکھائی، بیرونی طاقتوں کا تعبد دنیا کو شرک کے تاریک

غار میں لے گیا، اور اندرونی طاقت کی اطاعت اس کو اس پر فضا میدان میں لے گئی جس کا نام توحید ہے۔

گم گشتگان بادیہ ضلالت کو ضمیر سے کام لینا سکھایا۔ عارضی بندشیں حسب و نسب اور ملک و وطن کی اٹھا دیں، دل کی صفائی کو سب سے مقدم رکھا۔ اور اپنی مبارک زندگی میں اس نکتہ کا یوں حل کر دیا کہ گو مکہ وطن مالوف ہے۔ مگر یہاں قوت ضمیر کی اطاعت آزادانہ طور پر نہیں کی جا سکتی وہاں جانا چاہیئے جہاں یہ عارضی وطن آزادی ضمیر میں رکاوٹ نہ پیدا کر سکے۔ چنانچہ واقعہ ہجرت میں دنیا کے لیے یہی بصیرت موجود ہے کہ اصل وطن دل ہے اور یہ کہ ظاہری وطن کی کورانہ محبت میں دل جیسی بے بہا نعمت کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اسلامی قومیت کا مرکز موحدانہ قلوب ہیں خواہ عربی ہوں خواہ عجمی۔

آؤ ساتویں صدی ہجری کی ابتدا میں دنیا کے ماحول کا جائزہ لیں واقعات کو سامنے رکھکر بصیرت کی عینک لگائیں اور بنظر انصاف دیکھیں کہ وہ کون انسان تھا جس نے مشرق میں مسلم دنیا کا کیا ذکر غیر مسلم دنیا میں کئی شنکرا چارج، کئی رامانج، کئی رامانند، کئی بھگت کبیر اور کئی چیتن اور کئی گرو نانک پیدا کیئے اور اُدھر مغربی دنیا میں احیاء علوم کی سرگروہ اٹلی میں اراسمس، کالون و کلف اور لوتھر وغیرہ پیدا کیئے۔ دنیا کو صراط مستقیم اور جادہ اعتدال دکھایا۔

ہمیں بتایا جائے وہ کون انسان تھا جو باعتبار سیاست شہنشاہ اور باعتبار اخلاق متمم مکارم اخلاق اور بلحاظ معاشرت اسوہ حسنہ تھا جس نے ساری دنیا کے مقابلہ میں علم صداقت اور حقانیت بلند کیا اور

اور پھر عزم وثبات، استقلال واستقامت سے فرائض رسالت بجا لاتے ہوئے عالمگیر انسانیت کی طرح ڈالی، وہ کون ہیں جنہوں نے توحید کے ماتحت جہانتک جہانیوں کا تعلق ہے مساوات عامہ اور جہانتک ایمانیوں کا تعلق ہے اخوت تامہ پیدا کی۔ وہ کون ہیں جنہوں نے انسان کو انسان بنایا اور حسن تقویم کی مسند پر بٹھلایا۔ وہ کون ہیں جنہوں نے انسان کو انسان سے، قوم کو قوم سے، قوموں کو قوموں سے اور مختلف ممالک کے باشندوں کو حبشی ہوں یا شامی باہم شیر وشکر بنا دیا اور انسانیت کی سطح متحدہ پر لاکر تمام امتیازات ملکی، قومی، حسبی نسبی اور تمام قیود عارضی۔ مثلاً دولت افلاس اور پیشہ وغیرہ اٹھا دیے۔ اکرمیت "اتقا" کے حصہ میں آئی۔ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

کیا ایسا عبد کامل عزت واحترام کا مستحق نہیں۔

اگر انصاف پسندی اور منصف مزاجی صفحہ دنیا سے معدوم نہیں ہوئی اگر احساس شکر گزاری دلوں میں موجود ہے تو اس کا جواب سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مستحق ہے ضرور مستحق اور یقیناً مستحق ہے۔

اور یہ اعتراف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم ان کی رسالت پر ایمان لائیں اور شکر گزار مسلم بنکر "محمد رسول اللہ" زبان سے کہیں دل سے تصدیق کریں۔

پھر کیا ہے دنیا امن وامان صلح وآشتی سے معمور ہو جائے اور عالمگیر انسانیت کی متحدہ اور متفقہ دلوں سے یہ دلنواز صدا آئے۔

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

"صلوا علیہ وسلموا تسلیما"

آخر یہ پیغمبر اعظم رحمۃ للعالمین رب العالمین کو تخت ربوبیت اور الہ العالمین کو تخت الوہیت اور انسان کو مسند خلافت پر بٹھا کر ۲۳ نبوت سنہ ۱۱ھ یا ۶۳۲ء میں رفیق اعلےٰ سے مل گئے صلے اللہ علیہ وسلم۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی معرکۃ الآرا تصنیف

فاطمی دعوت اسلام

یہ کتاب ابھی تصنیف ہوئی ہے۔ اس میں سنی شیعہ بنی فاطمہ کے تبلیغ اسلام کے کارنامے جمع کیے گئے ہیں۔ دنیا کی کسی زبان میں اس خاص طرز کی کوئی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔

اس میں دعوت اسلام کی ضرورت اور دعوت و اشاعت اسلام کے طریقے مفصل طور سے بتائے گئے ہیں۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کا پورا بیان ہے۔ اور حضرت علی حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسین کی دعوت اسلام کی کیفیت ہے۔ اور غم حسین کے ذریعہ دعوت اسلام اور معتزلیوں کے ذریعہ اشاعت اسلام کا حال ہے۔ اس کے بعد قادریہ مشائخ کے ذریعہ دعوت و اشاعت اسلام کا بیان ہے۔ اور موجودہ دور کے بہت سے مشائخ قادریہ کا تذکرہ ہے پھر سہروردیہ و رفاعیہ سلسلوں کے ذریعہ اشاعت اسلام کا حال ہے۔ پھر چشتیہ خاندان کے دعوتی کارنامے ہیں اور چشتیوں کی اُن تمام حکمت عملیوں کا ذکر ہے جو اشاعت اسلام کے لیے مفید ہوئیں۔ مثلاً موسیقی۔ قبر کا غسل۔ قبر کا طواف۔ خواجہ کی چھڑیاں۔ خواجہ کی بدہی وغیرہ۔ پھر موجودہ و گذشتہ مشائخ چشتیہ کی سرگذشت اشاعت اسلام ہے۔ پھر بوہروں اور آغا خانیوں کی اشاعت اسلام کا تذکرہ ہے۔ اور اُن کے تمام

خفیہ راز طشت از بام

کر کے دکھا دیے ہیں۔ پھر امام شاہی سلسلہ اور پیر مشائخ کے طریقہ اور ہر تمام فرقہ کی اشاعت اسلام کی کیفیت ہے۔

جو مسلمان اس کتاب کو تمام و کمال پڑھ لیگا اسلام کا مشنری اور داعی بنجائے گا۔ چار ہزار چھپی تھی۔ تین ہزار کتابیں تو ایک ہی صاحب نے خرید لیں۔ باقی جلد ہی ختم ہونے والی ہیں۔ لہذا اعلان دیکھتے ہی منگا لیجیے ورنہ طبع ثانی کی راہ دیکھنی پڑے گی قیمت تین روپے۔ مجلد کی تین روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ درویش پبلشنگ ہاؤس دہلی

مروارید ثلاثہ

یہ تینوں کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

(مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)

برہان نیرہ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اسی ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقاید اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲/

ام الالسنہ یہ کتاب بالکل جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۱۲/

اسوہ حسنہ اس میں آنحضرت صلعم کو بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے۔ قیمت ۸/

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

مینیجر نظام المشائخ دہلی

خطبات غربیہ

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے، ال، ال بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو۔مجریہ ووکنگ لندن کے یہ وہ معرکتہ آلارا خطبے ہیں، جو جناب موصوف نے اپنے قیام یورپ میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کے لیے انگلستان فرانس اسکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے لیکچر اور تقریروں کی شکل میں دیے ان کے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اس کے اصولوں سے ہی واقف ہو جاتا ہے بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اُسے اسلام کی فضیلت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان خطبات میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھہ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے:-

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات قیمت ۵/

(۲) ” ” ” ” توحید دعا۔ تصوف ” ۵/

(۳) ” ” ” ” خطبات عیدین ” ۵/

(۴) ” ” ” ” دہریوں اور ملحدین کو خطاب ” ۵/

(۵) ” ” ” ” اسلام اور دیگر مذاہب ” ۵/

(۶) ” ” ” ” حقوق نسواں ” ۵/

چھہ جلدوں کے مکمل سٹ کے خریدار سے صرف ایکروپیہ دس آنے محصول بصورت ذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: مینیجر نظام المشائخ دہلی

رسول نما

مشہور مذہبی رسالہ نظام المشائخ، ہر سال ربیع الاول میں اپنا ایک خاص نمبر رسول نما کے نام سے شائع کیا کرتا ہے جو خاص طور پر سے بڑے شوق کے ساتھ لوگوں میں پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اس میں تمام مضامین زبردست علما کے ہوتے ہیں ایسے زبردست علما جنہیں علمیت کے علاوہ یہ بھی شرف حاصل ہو کہ خشک سے خشک مباحث کو دلچسپ اور موثر بنا دیں۔ یعنی رسول نما کے مضمون نگار عالم بھی ہیں اور ادیب و انشا پرداز بھی۔ نظمیں بھی اسی طرح ممتاز اور سوز و درد رکھنے والے شعرا سے لکھوائی جاتی ہیں۔

اس وقت میرے پاس تھوڑی تھوڑی سی جلدیں رسول نما بابتہ سنہ ۱۳۳۱ھ سنہ ۱۳۳۵ھ سنہ ۱۳۳۶ھ سنہ ۱۳۳۷ھ سنہ ۱۳۳۸ھ کی موجود ہیں ہر سنہ کے رسول نما کی قیمت ۱۰ علاوہ محصول ڈاک لی جاتی ہے۔ اگر کوئی صاحب پانچوں سنوں کے رسول نما یکدم طلب فرمائیں گے تو انہیں سب کا مجموعہ ۸ میں ملیگا یعنی ۲ کم میں اور محصول بھی چھوڑ دیا جائیگا۔ محصول ان پانچوں پر قریباً ۲ لگتا ہے۔ گویا اکٹھے پانچوں رسول نما منگانے میں ۴ کا فائدہ ہے ذیل میں ہر سنہ کے رسول نما کی فہرست مضامین درج کرتا ہوں۔

سنہ ۱۳۳۱ھ (۱) استغاثہ بحضور رسول خدا۔ از پروفیسر برکت علی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ (۲) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ از مولینا نورالدین تاجر چرم گوجرانوالہ (۳) رسول اعظم۔ از مولینا آزاد سبحانی پروفیسر مدرسہ الہیات کانپور (۴) اخلاق محمدی۔ از مولوی محمد شفیع الدین خاں مرادابادی (۵) غزوات رسول از مولوی سعید احمد مارہروی (۶) رسول خدا نما۔ از خان بہادر مرزا سلطان احمد۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (۷) حسن آفتاب رسالت۔ از مولینا فضل حسین صدیقی اسسٹنٹ ایڈیٹر البشیر (۸) حبیب اور کلیم از مولوی حافظ محمد حمید واعظ دہلوی (۹) خلافت رسول کا حق دار از سیدی حضرت خواجہ حسن نظامی (۱۰) رسول غیروں میں مقبول از منشی ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے (۱۱) نبی عربی کی یاد میں از ماسٹر امیر حسن سیالکوٹ (۱۲) رباعیات امجد از مولینا احمد حسین امجد حیدرآبادی (۱۳) صلی اللہ علیک وسلم از مولینا فضل حق آزاد عظیم آبادی (۱۴) مسدس نعتیہ از مولینا حسن مرتضے شفق عماد پوری (۱۵) غزل از مولوی محمد ابو الحسن حسین (۱۶) مبارکباد بدرگاہ رب العلیٰ از کپتان احمد خاں تاباں (۱۷) معراج الخضر از مولینا مولوی علی حید طباطبائی لکھنوی (۱۸) صاحب لولاک فداک، ہز ایکسلنسی سر مہاراجہ کشن پرشاد حیدرآباد دکن (۱۹) ایک حاجی مدینے کی رستے میں از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (۲۰) بزم مدینہ یاد ما از مولینا حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی (۲۱) ہفت بند نجیب الشعرا ابو احمد سید محمد حسن نوری (۲۲) تلازم نعتیں از مولینا مسیح۔ قاضی جمالی۔ مولوی محمد اسحق

سنہ ۱۳۳۵ (۱) فلسفہ انبیاء و ابقاء از جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی (۲) رسول اللہ کے مختصر حالات از جناب مولوی شفیع الدین خانصاحب ایم۔ آر۔ اے یس (۳) ہیچوں پرستم از سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب (۴) حضور کا درجہ صف انبیاء میں از جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب مفتی نکودر (۵) ہادی اعظم از جناب مولینا حکیم نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور (۶) دنیا کا سب سے بڑا فلاسفر از خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ایم۔ آر۔ اے یس۔ (۷) رسول اللہ کا احتساب کبری از جناب مولوی محمد دین صاحب خلیقی (۸) حضور کا برتاؤ غیر مسلم اقوام سے از جناب مولانا حکیم میرزا محمد نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل (۹) ٹے دو کا سلام سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب (۱۰) آغاز وحی از جناب مولانا حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری (۱۱) شفاعت از جناب مولوی سید غلام مصطفے صاحب ذہین حیدرآبادی (۱۲) مدینۃ الرسول از جناب حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی (۱۳) قصیدہ از جناب ... صدیقی بسواتی (۱۴) اپنے پیا کی میں جوگن بنی از جناب مولوی ابوالاعظم سید محمد حسین امجد حیدرآبادی (۱۵) اے وہ کہ کوئے کعبہ از جناب مولوی ابو الفخر عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی (۱۶) نعت از جناب مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی (۱۷) صدقے میں پیمبر کے از جناب سٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی (۱۸) روحی فداک اے نازنین از جناب مولوی ابو الاعظم سید محمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی (۱۹) شمع حرا از جناب مولوی حسن مرتضی صاحب شفق عمادپوری۔

سنہ ۱۳۳۶ (۱) حمد و نعت از جناب مولینا ابوالاعظم سید محمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی (۲) مجالس مولود از جناب مولوی فاضل حکیم میرزا محمد نذیر صاحب عرشی (۳) حب رسول از جناب مولینا محمد ظہور الدین صاحب اقب یانی (۴) آفتاب حقائق نما از جناب مولانا حکیم سید نواب علی صاحب برق سابق پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور (۵) رسول شاہد از جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ایم۔ آر۔ اے یس (۶) اکمال و تکمیل اخلاق از جناب مولینا عارف ہسوی (۷) قرآم خاک عالم ... از سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن صاحب (۸) ترحم یا رسول اللہ از جناب مولینا عارف ہسوی (۹) نعت از جناب منشی محمد نذیر حسین خانصاحب کیسر (۱۰) اپنے جگر کے دل میں آ۔ از جناب حکیم محمد افتخار علی صاحب جگر بسوانی (۱۱) مدینۃ الرسول۔ از لسان الہند جناب مولینا مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی (۱۲) مدینے میں گردیں گی از جناب سٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی (۱۳) مجلس نعت از جناب سید حسین صاحب سیفی حیدرآبادی

سنہ ۱۳۳۷ مناجات از جناب سید غلام مصطفے صاحب ذہین حیدرآبادی (۲) حقیقت محمدیہ جناب مولوی نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الہیات (۳) خصوصیات رسول عربی از جناب حاجی حمد اللہ صاحب کاکاخیل اویسی (۴) فضائل رسول از جناب ذہین حیدرآبادی (۵) ... رسالت از خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب (۶) سرور کونین از جناب مولینا مرزا ظہور الدین صاحب مرأت ... رحمت الرحمن از جناب مولوی الف دین صاحب وکیل کیمبل پور (۸) فدایان رسول از جناب مولینا عارف ہسوی (۹) یثرب نگری میں از یک سلمان خاتون علیگڈھی (۱۰) میرے ہتیار تیرے قدموں میں از سیدی مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب (۱۱) وہ نور ذات مطلق الخ از جناب کپتان احمد خانصاحب یاس (۱۲) اے رخت شمس و قمر تسخیر از جناب کیف تبرخیر آبادی (۱۳) ثنائے مصطفے از جناب سید غلام مصطفے صاحب ذہین حیدرآبادی اللہ ذرہ کوئے محمد الخ از جناب محمد ابوالحسن صاحب حسن (۱۵) علمک مالم تکن تعلم از جناب مولانا عزیز مخدومی مرت سر (۱۶) زاری فراق از جناب ...